

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
و على آله واصحابه اجمعين۔

قال الله تعالى:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم، الآية۔

وقال الله تعالى: ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون
بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون۔

وقال رسول الله ﷺ: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان
لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان ۔
(رواه مسلم)

سبب تالیف: قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح
واضح ہے کہ حسب استطاعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہم فریضہ ہے۔ جبکہ یہ بھی ایک
حقیقت واقعیہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں انتہائی غفلت ہو رہی ہے۔ دنیا والوں کی ناراضگی
سے بچنا ضروری سمجھا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے محبوب کریم ﷺ کی ناراضگی
کی فکر کم کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف مکروفریب کا بازار گرم ہے، سنیت کے نام پر گمراہی
پھیلائی جا رہی ہے، سادہ لوح مسلمان کدھر جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی سنیت پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر دنیا سے اُٹھائے جو مَ انا
علیہ و اصحابی،، (حدیث نبوی) کی معنوی تصویر ہے۔ اسلام سے اخلاص اور اہل اسلام
کی سچی خیر خواہی کرنے کی سعادت سے نوازے رکھے اور کلمہ حق بلند کرنے میں لا ینخافون



أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالنُّوعِظَةِ الْحَسَنَةِ
(القرآن)

دارالافتاء

جامعہ محمدیہ معینیہ

تحقیقات مسئلہ خطا کا شرعی جائزہ

شیخ الحدیث والفقیر

مفتی نذیر احمد سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعہ محمدیہ معینیہ

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد پاکستان

0300-8092933



لَوْ مَآءُ لَائِمٍ (القرآن) کا عملی مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے اور اہل سنت کو سازشوں کا شکار ہونے سے نجات عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

بفضلہ تعالیٰ راقم الحروف نے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے مسئلہ خطا پر پہلے بھی لکھا ہے جو ”محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ کے نام سے چھپا ہے اور طالبانِ حق کے لیے کافی ہے، اس میں نفس مسئلہ پر دلائل کثیرہ اور ازالہ شبہات احسن انداز میں کر دیا ہے اس کے بعد اس مسئلہ پر مزید لکھنے کی ضرورت تو نہیں سمجھی تھی لیکن چونکہ معترضین حضرات تاحال تحقیق کے نام پر اہل سنت کے عظیم فاضل پر سیدہ پاک کی گستاخی کرنے کے فتوے جاری کر رہے ہیں اور کچھ نئے مغالطات اور شبہات بھی لائے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مزید اتمامِ حجت اور اتباعِ شرع کا احساس دلانے کے لیے کچھ معروضات سپردِ قلم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑی اُمید ہے کہ اس تحریر کے ذریعے حق اور بھی خوب واضح ہو جائے گا اور ایسی تحقیقات پیش کرنے والے حضرات بھی اپنے اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبولِ حق میں دیر نہیں کریں گے اس لیے کہ یہ حضرات غلط فہمی کی بنا پر اپنی غلطی پر اصرار کر رہے ہیں۔ شبہات اور مغالطات کے ازالہ کے بعد جب ان حضرات کا کوئی عذر ہی باقی نہیں رہ جائے گا تو ان کے اخلاص سے یہ بعید ہے کہ اپنے موقف سے رجوع اور قبولِ حق کا اعلان نہ کریں۔ اس لیے کہ ہمارا مقصود بھی ان پر طعن نہیں ہے بلکہ ان کی خیر خواہی ہے۔ ان کی صرف توجہ ہٹ گئی ہے ورنہ مسئلہ کی صحیح صورت جاننا ان کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ۔

واضح رہے کہ اس تحریر میں صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے مسئلہ خطا میں معترضین کے موقف اور دلائل کا شرعی جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔

شریعتِ مطہرہ کی اتباع سب پر فرض ہے اس لیے وہ لوگ اپنی اصلاح ضرور کر لیں جن کے نزدیک حقانیت کا معیار صرف یہی ہے کہ ہمارے حضرت صاحب نے جو فرما دیا ہے یا جس کی تائید اور حمایت کی ہے وہی حق ہے اور اس کا خلاف باطل ہے۔ اس لیے کہ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کرنے کا یہ معیار شرعی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے جس کی دین اسلام میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیا حضرت صاحب سے کسی مسئلہ میں غلطی نہیں ہو سکتی؟ اس لیے کسی حضرت صاحب کی باطل رائے کو حق ثابت کرنے کے لیے شریعتِ مطہرہ پر بہتان نہ باندھیں۔ (واضح رہے کہ ہماری مراد معاصرین حضرات ہیں) نہایت افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے مسئلہ خطا میں شریعتِ مطہرہ کو اپنا نصب العین بنانے کی بجائے اپنے ذوق کو حاکم بنا رکھا ہے اور پھر اپنے ذوقی حکم کو شرعی حکم قرار دے دیا ہے جب کہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور رسول اکرم ﷺ پر افتراء اور بہتان ہے اور شریعت خود گھڑنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اور پھر اس حکم ذوقی کو حکم شرعی ثابت کرنے کیلئے صریحاً دھاندلی کا مظاہرہ بھی کر رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

گزارش ہے کہ اہل سنت کے نزدیک عظمتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاسبانی بلاشبہ لازم اور ضروری ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہی کی فکر پیش نظر رکھنا بھی فرض ہے۔ اس لیے عظمتِ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاسبانی سچے اصولوں کی بنیاد پر ہونا لازم اور ضروری ہے نہ کہ دھاندلی کے ساتھ جو دنیوی معاملات

میں بھی حرام ہے چہ جائیکہ دین اور شریعت میں،

مسئلہ خطا کا پس منظر اور پیش منظر:

مسئلہ خطا کے بارے میں چونکہ کافی لوگ حقیقی صورتحال سے بے خبری کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں اس لیے انہیں اس مسئلہ کی اصل نوعیت جاننے کے لیے اس کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہونا ضروری ہے۔

پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ اہل سنت کے عظیم فاضل نے جو کہا، معترضین حضرات کا اسے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی قرار دینا شرعی اصول کی بنیاد پر ہے یا خلاف شرع محض ذوق اور جذبات اور دھاندلی کے زور پر ہے اور پھر اس دھاندلی کو شریعت باور کروانے کے لیے اصل مسئلہ سے غیر متعلقہ آیات واحادیث اور علماء اعلام کی نقول وعبارات کے حوالہ جات کی کثرت سے یہ تاثر دینا کہ نفس مسئلہ پر اس قدر دلائل ہیں، دوسری زیادتی ہے۔

أقول وبالله التوفيق:

تمام اہل علم حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ روافض بڑے بڑے اجتماعات میں مسئلہ فدک کی تشریح اپنی مرضی کی کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بھی ایسی تقاریر بکثرت موجود ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق، امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم، امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر افتراء اور بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے اہل بیت اطہار پر ظلم کیا ہے۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ کی میراث نہیں دی یہاں تک کہ ایک ٹی وی چینل پر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

ظلم کرنے کا افتراء اور بہتان باندھ کر آپ کی گستاخی کی گئی، اور یہ امر بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ عامۃ المسلمین کو گمراہی اور بدعتیہ کی سے بچانا علماء کرام کا فریضہ ہے، بالخصوص جبکہ جدید وسائل کے ذریعے گمراہی کی تبلیغ عام ہو رہی ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا مسئلہ اگرچہ علمائے حق تقریر وتحریر کے ذریعے واضح کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن جب بدعتیہ کی وسیع پیمانے پر پھیلائی جا رہی ہے تو اسی قدر اہتمام کے ساتھ اصل مسئلہ کی وضاحت کرنا بھی لازم اور ضروری ہے، تو حالات کی اس نزاکت کے پیش نظر اہل سنت کے ایک عظیم فاضل نے مخالفین کی غلط بیانی اور افتراء و بہتان کی حقیقت واضح کرنے کے لیے دو عظیم اجتماعات میں اس مسئلہ کی وضاحت کی اور بحمد اللہ تعالیٰ ان اجتماعات میں کثیر تعداد میں علماء کرام اور دینی مدارس کے طلباء اور سکول و کالج کے اساتذہ وغیرہ تقریباً ہر طبقہ کے لوگ تھے۔

”عدالت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار، لاہور میں اور ”سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار، گجرات کے ایک قصبہ میں ہوا اور ان خطابات کے سامعین میں سے کسی ایک شخص نے بھی ان خطابات کے کسی ایک جملہ اور فقرہ پر بھی اعتراض نہیں کیا کہ فلاں کلمات اور الفاظ سے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی اور توہین و گستاخی لازم آتی ہے اس لیے آپ اپنے یہ الفاظ واپس لیں اور توبہ کریں، نہ خطابات کے دوران اعتراض کیا گیا اور نہ ہی خطابات کے بعد۔

اور پھر یہ خطابات انٹرنیٹ پر موجود ہونے کی وجہ سے بکثرت لوگ سنتے رہے لیکن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کیا جانا کسی نے محسوس تک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ تین ماہ گزرنے کے بعد کچھ لوگوں نے جو ان خطابات کے سامعین

سے نہ تھے شور مچایا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کی گئی ہے ان کی طرف خطا کی نسبت کر دی گئی ہے بس پھر تو ان کے الفاظ پر غور و فکر کرنے اور ان کا صحیح معنی و مفہوم جاننے کی ضرورت محسوس کیے بغیر اہل سنت کے اس عظیم فاضل پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کا قرار دینے کا الزام لگا کر سنیت پر وہ ظلم کیا گیا کہ چشم فلک نے اس سے قبل نہ دیکھا ہوگا۔

اور سوشل میڈیا کے ذریعے تاثر یہ دیا گیا کہ جیسے سب علماء اس پر متفق ہیں کہ اس فاضل نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی واقعی طور پر کی ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ علمائے اہل سنت کی بھاری تعداد جن میں شیوخ الحدیث والتفسیر و دیگر اساتذہ و مدرسین اور دوسرے فضلاء کرام سب اس بات کو بخوبی سمجھ رہے تھے کہ یہ ایک فتنہ اور سازش ہے جس کی بنا پر اصول اسلام کے خلاف محض تحکم اور سینہ زوری سے گستاخی کرنے کا بہتان ہے حتیٰ کہ اس فاضل محترم کو رجوع کی دعوت دینے والے اکثر فضلاء کرام بھی یہ کہہ رہے تھے کہ موقف آپ کا درست ہے آپ نے گستاخی نہیں کی لیکن فتنے سے بچنے کے لیے آپ رجوع کر لیں البتہ غلط فہمی کی وجہ سے کافی مخلصین بھی اس سازش کا شکار ہو گئے تھے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے اس عظیم فاضل نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی گستاخی ہرگز نہیں کی البتہ مسئلہ مذک میں درحقیقت اجتہادی خطا کی نسبت ضرور کی ہے جو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اجتہادی خطا کا گستاخی سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے اس لیے کہ وہ گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے۔

مذہب اہل سنت میں اس عقیدہ کے اجماعی اور قطعی ہونے پر دلائل کثیرہ کا بیان اور ازالہ شبہات ”محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ میں کیا جا چکا ہے جبکہ دوسرے فضلاء

کرام کی تحریرات اس پر مستزاد ہیں لیکن افسوس ہے کہ کچھ حضرات کو تا حال اپنی غلطی کا احساس نہیں ہو رہا اور وہ ڈٹے ہوئے ہیں کہ گستاخی کی گئی ہے اور اس پر انہوں نے اپنا مبلغ علم صرف کر دیا ہے تو ایسے حضرات کی خیر خواہی کے لیے ان کی بادشاہی کی کچھ نشاندہی کر رہا ہوں اس اُمید پر کہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول حق میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

پہلے خطاب کے متنازعہ الفاظ اور ان کا صحیح معنی و مفہوم:

جن الفاظ پر اعتراض ہے پورے ربط کے ساتھ ملاحظہ کریں تاکہ ان سے مطلب و مراد جاننے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ فاضل جلیل نے کہا:

”رافضی کہتے ہیں ابو بکر حدیث سے استدلال کر رہے تھے اور ادھر فاطمہ الزہراء قرآن پڑھ رہی تھی حدیث اور قرآن کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے، تو پیر مہر علی شاہ نے کہا: قرآن جس بارے میں ہے اس بارے میں تو مقابلہ نہیں ہو سکتا لیکن ”يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ“ میں سرکار کا ذکر ہی نہیں ہے سرکار کی اُمت کا ذکر ہے، لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہو گئی، بلفظ۔

یہ عبارت بغور ملاحظہ فرمائیں اس میں ”غلطی ہو گئی“ پر اعتراض ہے کیا اس میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کی گئی ہے؟ اس حقیقت کو جاننا کچھ مشکل نہیں۔

أقول وبالله التوفيق:

اس عبارت کا صحیح معنی و مفہوم جاننے کے لیے چند امور پیش نظر رکھنا لازم اور ضروری ہیں (۱) طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بات

ہو رہی ہے اور بات کرنے والا کوئی عامی شخص نہیں بلکہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت کا عظیم فاضل ہے، اور بات بھی کثیر تعداد میں علماء، دینی مدارس کے طلباء اور مذہبی ذوق رکھنے والے عوام اہل سنت کے اجتماع میں عقیدہ اہل سنت کے بیان اور تحفظ اور عامۃ المسلمین کو گمراہی سے بچانے کے لیے تھی

(۲) اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک وغیرہ میراث نبوی کا جو تقاضا کیا تھا تو از روئے شرع اپنا حق سمجھا تھا اگرچہ اس مسئلہ میں اصل حکم شرعی جاننے میں آپ مصیہ نہ تھیں اس لیے کہ آپ کا موقف حدیث نبوی: لا نورث ما تر کنا فهو صدقة“ کے خلاف تھا۔ یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی جو آپ کی شان کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) ”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْآيَةُ“ میں اُمت کی میراث کے احکام کا بیان ہے۔

(۴) لفظ خطا اور غلطی کے مختلف معانی ہیں اس لیے اس کے معنی کی تعیین کے لیے اس کا سیاق و سباق ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے جیسا کہ لفظ مشترک کے بارے میں ضابطہ اور اصل ہے اور اگر سیاق و سباق سے لفظ مشترک کے معنی کی تعیین نہ ہو سکے بلکہ متعدد معانی کا احتمال ہو لیکن صاحب کلام کی طرف سے اس کی مراد کا بیان اور وضاحت آجائے اور وہ ان معانی محتملہ سے ایک کی تعیین کر دے تو اس کو قبول کرنا بھی شرعاً لازم اور ضروری ہے۔

اور اگر سیاق و سباق سے لفظ مشترک کے معنی کی تعیین ہو رہی ہو پھر اسی معنی کے بارے میں صاحب کلام کی طرف سے مراد اور مقصود ہونے کا بیان اور تصریح بھی آجائے تو اس لفظ کے معنی کی تعیین قطعی ہوگی۔ اب کوئی دوسرا معنی متکلم کی مراد اور مقصود قرار دینا اس

عبارت کی تحریف اور صاحب کلام پر افتراء اور بہتان ہے۔

(۵) روافض کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصوم تھیں۔ نیز ان کا مذہب یہ ہے کہ معصومین سے اجتہادی خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔

(۶) ان عبارات میں میراث نبوی کے بارے میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے موقف اور مطالبہ میراث کا شرعاً حق و صواب یا خطا اور غیر صواب ہونے کا بیان مقصود ہے

شیعہ اور روافض کے نزدیک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالبہ میراث از روئے شرع حق و صواب تھا جبکہ اہل سنت کے نزدیک شرعاً حق و صواب نہ تھا بلکہ خطا اور نادرست تھا۔ اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی۔

ان امور مذکورہ کو ملحوظ رکھنے کے بعد اب اس عبارت کا معنی و مفہوم روز روشن کی طرح واضح ہے اور وہ اس طرح کہ جب اس آیت مبارکہ یُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْآيَةُ، میں حضور نبی کریم ﷺ کی میراث کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ اُمت کی میراث کے بارے میں ہے لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر تو حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونے اور اس میں اپنا حق ثابت کرنے کے لیے یہ آیت مبارکہ بطور دلیل پیش کی تھی تو یہ آپ سے اجتہادی خطا ہے، آپ کا یہ دلیل پیش کرنا صواب اور درست نہیں تھا۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی۔

(کسی شرعی مسئلہ میں اصل حکم شرع جاننے میں عالم مجتہد کو پوری سعی کے باوجود غلط فہمی ہو جانا اس کی اجتہادی خطا ہے) جبکہ لفظ غلطی کے معانی میں ایک معنی: غلط فہمی اور دوسرا معنی: نادرستی، معترضین حضرات نے بھی کتب لغات سے بقلم خود نقل کیا ہے۔

تو ”غلطی ہوگئی“ کا معنی ہے: غلط فہمی ہوگئی اور یہ غلط فہمی آپ کی اجتہادی خطا ہے جو گناہ اور معصیت نہیں ہے لہذا اس کی نسبت کرنے میں کوئی بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں ہے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ ”اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو پھر بھی معصوم نہیں تھی غلطی ہوگئی“ اس سے مذہب روافض کی تردید مقصود ہے جو اہل بیت کو معصوم مانتے ہیں اور معصوم سے اجتہادی خطا کا صدور بھی جائز نہیں سمجھتے۔

جب روافض کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہادی خطا کا ثبوت، اہل بیت کے بارے میں روافض کے عقیدہ عصمت کے باطل ہونے پر حجت قطع ہے۔ واللہ الحمد۔

دوسرے خطاب کے متنازعہ الفاظ اور ان کا صحیح معنی و مفہوم:

یعنی یہ فرمایا ”کہ مسئلہ باغ فدک میں یہ روافض تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے۔ فرمایا نہیں، خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں، لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں اُن کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کر لیا، بلفظ۔

اس عبارت میں ”خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“، متنازعہ الفاظ ہیں جبکہ ہم نے سیاق و سباق کے ساتھ مربوط عبارت نقل کر دی ہے۔ اگرچہ اہل علم کے لیے یہ عبارت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے تاہم عوام الناس کے فائدہ کے لیے اس کو زیادہ واضح کر دیتے ہیں جس سے متنازعہ الفاظ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی گستاخی نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ مذکورہ چند امور ملحوظ رکھتے ہوئے ملاحظہ کریں!

أقول وبالله التوفيق:

”یعنی یہ فرمایا الخ“، یعنی یہ فرمایا کہ اے روافض تم مسئلہ باغ فدک میں یہ دلیل نہ بناؤ کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے باغ فدک سے اپنا حصہ مانگا ہے اور مطالبہ کیا ہے تو آپ کا مطالبہ کرنا ہی شرعاً حق کی دلیل ہے، ”فرمایا نہیں“۔ یعنی آپ کا مانگنا اور مطالبہ کرنا، اس مطالبہ کے شرعاً حق ہونے اور باغ فدک میں شرعاً آپ کا حصہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

”خطا کا امکان تھا“، یعنی اس مطالبہ کے شرعاً خطا ہونے، حق و صواب نہ ہونے کا امکان تھا ”اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“، یعنی مالی میراث نبوی ہونے کے موقف اور اس کا مطالبہ کرنے میں شرعاً اجتہادی خطا پر تھیں آپ کا یہ موقف اور پھر اس موقف پر مبنی آپ کا مانگنا اور مطالبہ کرنا از روئے شرع خطا تھا صواب اور درست نہیں تھا (کیونکہ حدیث نبوی: ”لا نورث ما تر کنا فهو صدقة“ کے خلاف تھا)

”لیکن جب آگے سے حدیث آئی، تا آخر“، لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نبوی کی صورت میں جواب ملا تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے موقف اور مطالبہ کے حق و صواب ہونے پر مصر نہیں ہوئیں بلکہ سر تسلیم خم کر لیا، یعنی اپنے موقف اور مطالبہ سے رجوع کر لیا اور حکم شرع کے آگے سر جھکا دیا۔

أقول وبالله التوفيق:

متنازعہ الفاظ کے سیاق و سباق سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ لفظ خطا کا معنی نقیض صواب اور ضد صواب متعین ہے اور اس سے اجتہادی خطا مراد ہے اس لیے کہ اس جگہ مسئلہ فدک میں شیعہ اور روافض کے عقیدہ کے مقابلہ میں عقیدہ اہل سنت کا بیان مقصود

ہے اس سے پہلے روافض کا مذہب بیان کیا ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باغ فدک مانگنا ہی حق کی دلیل ہے تو بلاشبہ روافض کی مراد یہی ہے کہ شرعاً حق کی دلیل ہے تو اس کے مقابل اہل سنت کا مذہب بیان کیا ہے کہ آپ مطالبہ میراث نبوی میں خطا پر تھیں تو اس سے مراد بھی یہی ہے کہ شرعاً خطا پر تھیں حق و صواب پر نہ تھیں یعنی آپ کا موقف اور مطالبہ از روئے شرع خطا تھا صواب اور درست نہ تھا، اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی۔

اس لیے کہ مسئلہ میراث نبوی جاننے میں آپ کو فی الواقع غلط فہمی ہو گئی تھی، اور آپ کے موقف اور مطالبہ میراث کا از روئے شرع خطا ہونا، حق و صواب نہ ہونا، آپ کا اجتہادی خطا پر ہونا ہے۔ کیونکہ عالمہ مجتہدہ کا موقف اور مطالبہ میراث حدیث نبوی سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا۔

اور متنازعہ الفاظ سے متصل بعد والی عبارت میں آپ کے کمال اخلاص کا بیان اور اس اجتہادی خطا سے رجوع کرنے اور اصل حکم شرع قبول کرنے کا ذکر ہے کہ حدیث نبوی کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے آپ حق و صواب پر ہو گئیں وہ خطا باقی نہ رہی جس پر آپ پہلے تھیں۔ تو یہ خطا بمعنی گناہ اور معصیت کی بات نہیں کر رہے بلکہ اجتہادی خطا کی بات کر رہے ہیں جو حدیث نبوی کے خلاف موقف اور مطالبہ میراث کرنے کی صورت میں تھی۔ نیز کسی کا مرتکب معصیت ہونا، بیان کرنے کے بعد اس کی شان بیان کرنے کا کیا معنی؟ جبکہ یہاں تو اس فاضل جلیل نے کہا ہے: ”اُن کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ہیں اُن کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کر لیا،“۔

اگر انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو ان الفاظ کو متنازعہ قرار دینا ہی تحکم اور سینہ زوری ہے۔ اس لیے اس عبارت میں خطا سے اجتہادی خطا مراد ہونا دوپہر کے سورج کی طرح

عیاں ہے اس لیے کہ اس عبارت سے جب مقصود ہی مسئلہ میراث نبوی میں مذہب اہل سنت کا بیان ہے اور مذہب اہل سنت میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس خطا پر تھیں وہی مراد ہے اور وہ اجتہادی خطا تھی۔ واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر لفظ غلطی اور خطا کے معنی مقصود کی تعیین میں دھاندلی نہ کی جائے تو گستاخی کا وہم بھی نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ میراث نبوی میں مذہب اہل سنت اور عقیدہ اہل سنت کے بیان میں طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لفظ غلطی اور خطا بمعنی گناہ ہونے کا تصور کرنا بھی غلط ہے تو گناہ اور معصیت کا ارادہ کرنا مذہب اہل سنت میں کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

جب اس مسئلہ میں مذہب اہل سنت میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اجتہادی خطا ہے تو بیان مذہب میں لفظ خطا اور غلطی سے اس فاضل جلیل کی مراد خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور معصیت قرار دینا کون سے شرعی یا عقلی اصول کی بنا پر جائز ہو سکتا ہے؟ متنازعہ الفاظ کے بارے میں متکلم کی طرف سے وضاحت:

اگر کسی کلام میں ابہام ہو، کسی لفظ کے مرادی معنی کی تعیین نہ ہو تو صاحب کلام کی طرف سے وضاحت آجانے سے مراد واضح ہو جاتی ہے، جبکہ کلام مذکور میں سیاق و سباق کی روشنی میں بھی متنازعہ الفاظ کا معنی متعین ہونا اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے لیکن چونکہ ان الفاظ کی وجہ سے بڑا شور برپا ہوا تو متکلم نے متعدد مرتبہ اپنے کلام کی وضاحت کی اور لفظ خطا سے اپنی مراد بتائی کہ اجتہادی خطا مراد ہے اور اس فاضل جلیل نے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی سے اپنی براءت کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ اس کی سنگینی کے بارے میں اپنے ایمانی جذبات کا شاندار بیان بھی کیا۔

اور معترضین حضرات نے فاضل محترم کی متعدد وضاحتیں بقلم خود نقل کی ہیں ہم اختصار کے ساتھ اس سے کچھ تحریر کر رہے ہیں چنانچہ رقمطراز ہیں:

متنازعہ الفاظ کے متعلق وضاحت از جلالی صاحب:

چنانچہ ”عظمت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نفرس“ نامی ان کے کلپ میں ان کے الفاظ ہیں کہ: یہ جو لفظ خطا ہے جب اس لفظ کو کوئی مترادف سمجھتا ہے معاذ اللہ مترادف گناہ کا، غلطی کا، سیدہ کا، نقص کا، عیب کا، تو وہ پھر اپنا منہ بند رکھے، کبھی بھی لفظ خطا نہ بولے۔ ہماری زبانیں کٹ جائیں، ہمارے کلیجے پھٹ جائیں، ہماری جانیں جسم سے نکل جائیں اس وقت سے پہلے کہ جو وقت سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معاذ اللہ توہین کرنے کا وقت ہو، گستاخی کرنے کا وقت ہو، ایسی زندگی سے کروڑ ہا درجہ موت اچھی ہے۔ جس بنیاد پر ہم نے بولا، وہ ہمارے اصول میں لکھا ہے دُور و دور تک اس میں بوجہ گستاخی کی موجود نہیں بلکہ اس کو رسول پاک ﷺ کی زبان میں اجر کا باعث قرار دیا ہے (تا) اس میں نقص نام کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ یہ ان کی فضیلت ہے کہ اجتہادی خطا پر ایک نیکی اور ثواب رکھا گیا (تا) ان کے لیے اجتہادی خطا عیب نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہے، بلفظ۔

نیز ”تعظیم زہراء کا نفرس“، نامی کلپ میں موصوف کے الفاظ ہیں کہ:

یہ نظریہ اہل سنت ہے، اس سے سیدہ طیبہ کی شان پہ حملہ نہیں ہوتا۔ (تا) ہم نے جب امکان خطا میں آگے اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو۔ (بلفظ)

معترضین حضرات سے سوال:

جب لفظ خطا سے اجتہادی خطا مراد ہونا کلام کے سیاق و سباق سے بھی واضح ہے

اس کے باوجود صاحب کلام کی طرف سے متعدد بار وضاحت بھی آچکی ہے اور سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی اور توہین کے بارے میں ان کے ایمانی جذبات کا شاندار بیان بھی آچکا ہے تو اب انہیں سیدہ پاک کی گستاخی کا مرتکب قرار دینے کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟ اور گستاخی کرنے کا ان پر فتویٰ صادر کرنا شریعت مطہرہ کے کون سے اصول پر مبنی ہے؟ جب لفظ خطا اور غلطی سے مطلق خطا اور غلطی اُن کی مراد ہی نہیں ہے بلکہ اجتہادی خطا مراد ہے (جو گناہ اور معصیت نہیں ہے) جو نفس عبارت سے بھی متعین ہے اور اس کے بعد ان کی طرف سے متعدد تصریحات بھی آچکی ہیں، تو اس کے بعد اس بات کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟ کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنے پر ہے جو انہوں نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے۔

کیا لفظ خطا عبارت میں اجتہادی کی قید کے بغیر بولا جائے اور مراد اجتہادی خطا ہی ہو جو نفس عبارت سے بھی واضح ہو اور صاحب کلام کی طرف سے تصریحات بھی آجائیں تو شریعت مطہرہ کے کون سے اصول کی بنا پر یہ کہا جائے گا؟ کہ اس شخص نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے؟

کیا لفظ خطا عبارت میں اجتہادی کی قید کے بغیر بولنا بہر صورت مطلق خطا کی نسبت کرنا ہے اگرچہ نفس کلام میں اجتہادی خطا مراد ہونے پر دلائل اور قرائن بھی موجود ہوں؟ کیا اس صورت میں اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ شرعاً معتبر نہیں ہے؟ اگر معتبر نہیں ہے تو کونسی دلیل شرعی سے اس کا معتبر نہ ہونا ثابت ہے؟

اور اگر اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ از روئے شرع معتبر ہے تو پھر متکلم کی طرف سے اس قصد اور ارادہ کا بیان قبول نہ کرنے کا حق معترضین کو کس نے دیا ہے؟ جب صورت

مذکورہ میں اجتہادی خطا کا قصد اور ارادہ بھی شرعاً معتبر ہے اور کلام کے سیاق و سباق سے بھی متعین ہے اور متکلم کی طرف سے اس کا بیان بھی شرعاً مقبول ہے، اس کو رد کرنے کا ازروئے شرع کوئی جواز نہیں ہے تو پھر اہل سنت کے عظیم فاضل پر مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنے کا اعتراض کرنا اور انہیں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب قرار دینا ازروئے شرع کیسے جائز ہو گیا؟

کیا یہ معترضین کا اس فاضل محترم پر افتراء اور بہتان نہیں ہے؟ کیا اس سے توبہ اور قبول حق کا اقرار و اعتراف معترضین پر لازم اور ضروری نہیں ہے؟

معترضین حضرات سے ضروری گزارشات:

محترم ڈاکٹر صاحب کے جن الفاظ پر گستاخی ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اور انہیں متنازعہ الفاظ قرار دیا گیا ہے تو معترضین حضرات سے سوال یہ ہے کہ یہ الفاظ نزاع لفظی کے اعتبار سے متنازعہ ہیں یا نزاع معنوی کے اعتبار سے؟ اگر تو ان حضرات کا مقصود نزاع لفظی ہے جو علماء تو درکنار مطلقاً ارباب عقل و خرد کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ پھر تو ہماری طرف سے معذرت ہے جیسی تحقیقات پیش کرتے رہیں انہیں مبارک ہوں۔

اور اگر ان حضرات کا مقصود نزاع معنوی ہے تو پھر صرف اصولی نزاع کے مجاز ہیں بے اصولی کی اجازت ہرگز نہیں ہے کیونکہ شرعی حکم صادر کرنے کے لیے شرعی اور اصولی قواعد و ضوابط کی پابندی لازم اور ضروری ہے۔ فتویٰ لگانے کے لیے اصول شرع اور اصول افتاء کی مخالفت کی رخصت کسی کے لیے نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہماری تحریر کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ جب دعویٰ شرعی حکم بیان کرنے کا ہے تو اصول شرع اور اصول افتاء کی سراسر مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ بلکہ اصول دینا

وامانت کی رعایت بھی ضروری نہیں سمجھ رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس لیے معترضین حضرات سے گزارش ہے کہ اگر تو یہ علماء کا نزاع اور اختلاف ہے جس کی شرعاً رخصت ہے بلکہ بعض اوقات ضروری بھی ہو جاتا ہے، پھر تو ہم مسئلہ خطا کی تحقیقات کا شرعی جائزہ لیتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت ثابت ہو جائے کہ ان تحقیقات میں اصول شرع اور اصول افتاء کی پوری رعایت کر کے شرعی حکم صادر کیا گیا ہے تو اس کو تسلیم کیا جانا لازم اور ضروری ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ محض تحکم، سینہ زوری اور نزاع لفظی کا شکار ہیں اور اپنے ذوقی حکم کو شرعی حکم کا نام دیا ہے تو ان حضرات کے لیے قبول حق میں دیر کرنا جائز نہیں ہے فوری توبہ اور رجوع کا اعلان کریں، اور ان کے اخلاص سے یہی امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ قبول حق میں مزید تاخیر نہیں کریں گے۔

اللہم اھدنا الصراط المستقیم

اجماع اہل سنت کی مخالفت:

معترضین کی غفلت اور بادشاہی کی انتہاء ہے کہ حضرات اسلاف کرام کا اُردو میں صریح اور واضح کلام بھی اُن کو سمجھ نہیں آ رہا جس کی وجہ سے بعض اسلاف کرام کی طرف ایسا نظریہ منسوب کر دیا ہے جو اجماع اہل سنت کے خلاف ہے اور پھر اس کے مطابق عقیدہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی اجماع اہل سنت کی مخالفت کے مرتکب ہو رہے ہیں لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ حضرات بزعم خود اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق سمجھ رہے ہیں۔ یہ ان کے اعلیٰ محققین کا معیار تحقیق ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے جب اپنی مراد 'اجتہادی خطا، ہونا بیان کر دیا تو پھر بھی ان کو گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے معترضین

کے اعلیٰ محققین نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں چنانچہ رقمطراز ہیں:

حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ:

سب سے اہم یہ کہ حضرت محدث کبیر کے والد ماجد، مصنف بہار شریعت خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورِ حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا درکنار خطا اجتہادی کو بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان سے کسی صحابی کے متعلق بغاوت اور خطا وغیرہا کی نسبت دیتے ہوئے انہیں باغی اور مخطی وغیرہ کہنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

”چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ، مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔“

ملاحظہ ہو: (فتاویٰ امجدیہ جلد ۴، صفحہ ۴۶۲، ۴۶۳ (تا))

یہاں سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک صحابہ کرام سے خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں ہے تو مطلق خطا کی نسبت کرنا بطریق اولیٰ توہین ہوا۔

نوٹ: مخفی نہ رہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا بھی اکابر صحابیات سے ہیں لہذا حضرت صدر الشریعہ کا یہ پیش نظر فتویٰ یہاں لانا بالکل بجائے۔ (بلفظہ)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اقول: یاد رہے کہ یہ مسئلہ ہذا کا خصوصی جزئیہ ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس فتاویٰ کو ایک درجن کے قریب علماء و فضلاء اہل سنت نے مستند قرار دیا ہے (تا) بناءً علیہ پیش نظر جزئیہ خصوصیت میں حضرت صدر الشریعہ

متفرد نہ ہوئے بلکہ یہ علماء و فضلاء کی ایک پوری جماعت کا متفق علیہ فتویٰ ہوا۔ (بلفظہ)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سب سے اہم یہ کہ حضرت مصنف بہار شریعت صحابہ و اہل بیت سے خطا کی نسبت کو علی الاطلاق مقام توہین ہونا قرار دے چکے ہیں۔ (بلفظہ)

چوتھے مقام پر لکھتے ہیں:

اس سے قطع نظر کہ حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت کے حسب فتویٰ، فی زمانہ صحابہ و اہل بیت کے متعلق خطا اجتہادی کی رٹ بھی توہین کی مد میں آتی ہے (تا) بناءً علیہ یہ تاویل و توجیہ بھی کسی طرح کارگر نہ ہوئی۔ و هو المقصود۔ (بلفظہ)

ایسے ہی اس فتویٰ کا حوالہ دیگر مقامات پر بھی دیا ہے، ہم نے اختصار کے پیش نظر زیادہ عبارات نقل نہیں کیں۔

الجواب: أقول وبالله التوفيق:

عبارات منقولہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ (مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز مصنف بہار شریعت و خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ و استاذ محترم محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کا فیصلہ کن فتویٰ ہے کہ دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی توہین کی مد میں آتا ہے، اور فتاویٰ امجدیہ کی تائید و تصدیق و تصویب جن علماء کرام نے کی ہے اس کی وجہ سے یہ فتویٰ اس پوری جماعت علماء کرام کا متفق علیہ فتویٰ قرار پایا اور فتاویٰ امجدیہ کی جلد اور صفحہ کا حوالہ بھی دیا ہے تو لامحالہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی آپ کی توہین کی مد میں آئے گا جبکہ دوسرے مقام پر شرعی حکم کے بیان میں ان محققین کا یہ دعویٰ ہے

کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بولے گئے مطلق خطا و غلطی کے الفاظ سوء ادبی کی مد میں آتے ہیں جو امام سہیلی، امام بیہقی اور امام سبکی وغیرہم کے حسب ارشادات کفر تک قرار پاتے ہیں۔

أقول: جب ان محققین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ ہے کہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا تو ہین کی مد میں آتا ہے اور جو الفاظ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں سوء ادبی اور توہین کی مد میں آئیں ان کا حکم شرعی بھی یہ حضرات بیان کر چکے ہیں، تو اب ان محققین کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کن فتویٰ کے مطابق حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا آپ کی توہین کی مد میں آتا ہے جو حسب ارشادات امام سہیلی و بیہقی و سبکی کفر تک قرار پاتا ہے۔

أقول: لا حول ولا قوة الا بالله ونعوذ بالله من ذلك۔

یہ ان محققین کی سنگین غلطی ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اجتہادی خطا کی نسبت کو ان کی توہین قرار دینا اجماع اہل سنت کے خلاف ہے جو خالصتاً گمراہی ہے، تو حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس گمراہی کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں؟ اور علماء و فضلاء اہل سنت اس کی تائید کیسے کر سکتے ہیں؟ لہذا اسے اس پوری جماعت علماء کا متفق علیہ فتویٰ قرار دینا بشمول حضرت صدر الشریعہ اس پوری جماعت علماء اہل سنت پر صریح افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے توبہ اور رجوع اور ان حضرات کی براءت کا تحریری اعلان ان محققین پر فرض ہے جیسا کہ ان پر بہتان تحریری صورت میں باندھا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصل فتویٰ:

مسئلہ (۵) جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ علماء زمرہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اصطلاح شرع میں باغی اسے کہتے ہیں جو امام برحق پر خروج کرے عام ازیں کہ یہ خروج فساد کے لیے ہو یا اُس نے اپنی رائے میں مخالفت ہی کو حق جانا ہو۔ یوں ہی خطا کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ قصد غلطی کرنے کو خطا نہیں کہتے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

رفع عن أمتي الخطأ والنسيان۔

یوں ہی بطلان، خلاف حق کو کہتے ہیں عام ازیں کہ عدول عن الحق قصداً ہو یا بلا قصد مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم، ص ۴۶۲، ۴۶۳)

سوال و جواب بغور ملاحظہ فرمائیں۔

اس فتویٰ میں حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صراحتاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی نہیں فرمایا کہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت بھی توہین کی مد میں آتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم معترضین حضرات کی عقل پر پردہ آگیا ہے ورنہ اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا، دین متین کے کسی ادنیٰ خادم سے بھی متصور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی بحر العلوم شخصیت یہ کہے۔

اجتہادی خطا گناہ اور معصیت نہیں ہے تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف اس کی نسبت توہین کی مد میں کیسے آتی ہے؟

اور اگر ان محققین کو اپنی بات پر اصرار ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کا کلام اور فتویٰ سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو ہماری طرف سے گزارش ہے کہ جن علماء و فضلاء اہل سنت نے فتاویٰ امجدیہ پر تائیدات و تقریظات لکھی ہیں جس کی وجہ سے آپ حضرات نے اس فتویٰ کو پوری جماعت علماء کا متفق علیہ فتویٰ قرار دیا ہے ان میں سے جو حضرات یقید حیات موجود ہیں ان سے فوری تصدیق کر لیں۔

اگر تو وہ بھی اس گمراہی سے جو ان محققین نے اُن کے کھاتے میں بھی ڈالی ہے حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنی براءت کا اظہار اور اعلان فرمائیں پھر تو ان محققین کو اپنی غلطی کا علانیہ اعتراف و اقرار کرتے ہوئے فوری طور پر توبہ اور رجوع اور ان حضرات علماء کرام کی براءت کا تحریری اعلان، فرض تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی عملاً اس میں تاخیر کریں۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کے بارے میں مختصر گزارشات:

مسئلہ یہ دریافت کیا گیا کہ کسی صحابی کے متعلق باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کرنے والے علماء زمرہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ جبکہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز نے جواب میں ان الفاظ کے معانی بیان کرنے کے بعد فرمایا:

مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ (باغی و مخطی و مبطل) مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

راقم الحروف از راہ خیر خواہی اس فتویٰ کی مختصر وضاحت کر دیتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

و باللہ التوفیق۔ اصطلاح شرع میں جسے باغی کہا گیا ہے وہ اجتہادی خطا کی وجہ سے بھی باغی ہو سکتا ہے اور ارتکاب معصیت یعنی فساد کے لیے خروج کرنے کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی مخطی اور مبطل، اجتہادی خطا پر بھی ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر بھی۔ لہذا یہ الفاظ ان صفات میں اجتہادی خطا پر ہونے والے شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

جب یہ الفاظ معانی مذکورہ در فتویٰ کی روشنی میں خطا اجتہادی اور خطا غیر اجتہادی دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات کے لیے صرف خطا اجتہادی کی نیت سے استعمال کی گنجائش تھی جبکہ اب عرف عام میں یہ الفاظ باغی، مخطی، مبطل، صرف توہین کے لیے بولے جاتے ہیں جس میں خطا اجتہادی کی نیت کا امکان بھی نہیں ہو سکتا، اس لیے حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔“

اس جواب میں کسی صحابی کے لیے ان الفاظ کے استعمال کرنے سے تاکید منع کیا گیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس فتویٰ کا معنی و مفہوم خوب واضح ہے لیکن ان محققین حضرات کو واللہ تعالیٰ اعلم، کیوں نہیں سمجھ آ رہی۔ ورنہ اس فتویٰ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر برزعم ان حضرات کے لفظ خطا اور غلطی مقام توہین میں بولے جاتے ہیں تو کہتے آئندہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں، جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور کہتے یہ فتویٰ مسئلہ خطا کا خصوصی جزئیہ ہے اس میں حضرات صحابہ کرام کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے تاکید منع کیا گیا ہے، جبکہ ان مہربانوں نے اس فتویٰ کا مطلب یہ بتایا کہ:

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دور حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا

درکنار خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے اور پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے پر حکم شرعی بصورت کفر صادر کیا۔

انا لله وانا اليه راجعون۔

ازراہ خیر خواہی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ سے حیا کے تقاضے ملحوظ رکھنے بھی ضروری ہیں موت سر پر کھڑی ہے اس کو بھی یاد رکھا جائے۔ مذہب حق اہل سنت پر یہ ظلم کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ ایک مخلص سنی عظیم فاضل کو سنیت کی ترجمانی کی سزا دینے کے لیے اپنے اسلاف پر بھی گمراہی کے فتویٰ کا افتراء اور بہتان باندھ کر اس فاضل کو سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے۔ دھاندلی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔

اور اگر بالارادہ دھاندلی نہیں کر رہے بلکہ عقل پر ہی پردہ آگیا ہے تو مسئلہ سمجھنے میں کوئی توہین ہے؟ سوائے خیر خواہی کے اس تحریر کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

أقول وبالله التوفيق:

ان محققین حضرات نے اپنی تحقیق میں حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہی مسائل میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ معتمد بتایا ہے جبکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مشاجرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں تصریح ہے تو ان محققین سے سوال یہ ہے: کیا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کی ہے؟ کیونکہ حضرت صدر الشریعہ اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ تعالیٰ میں معاصرت بھی ہے اگر حضرت صدر الشریعہ کے زمانے میں اجتہادی خطا کی نسبت توہین تھی تو کیا زمانہ اعلیٰ حضرت میں تعظیم

تھی؟ بلکہ خود حضرت صدر الشریعہ نے بہار شریعت حصہ اول میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے۔ تو کیا خیال ہے حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بموجب اپنے فتویٰ کے خود بھی بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کی ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

نیز اس تحقیق پر تائید و تقریظ لکھنے والے ایک فاضل محترم نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کا کلام درج ذیل نقل کیا۔

”اور اہل سنت کے نزدیک خطا اجتہادی تو تنقیص اور الزام سے بری ہوتی ہے“ اور اس سے اختلاف ہرگز نہیں کیا، البتہ محترم ڈاکٹر صاحب پر غصے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: ”انہوں نے مزید خیانت علمی اور بدینیتی کا اظہار یوں کیا کہ انڈیا اور دیگر ممالک میں موجود علماء کے سامنے خطا اجتہادی کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر رکھا اور ان سے رائے مانگی کہ باغ فدک کے مسئلہ پر میں نے خاتون جنت کو خطا اجتہادی کا مرتکب قرار دیا اور اس بنیاد پر میرے خلاف ایک طوفان برپا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ان تمام علماء نے اہل سنت کے اصولی موقف کے مطابق جلالی صاحب کو صحیح اور بے گناہ قرار دیا“ (بلغفہم) راقم الحروف کہتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس فاضل محترم نے محترم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اپنی غلط فہمی کی بنا پر ان کو علمی خیانت اور بدینیتی کا مرتکب قرار دیا ہے۔ البتہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اس فاضل نے باغ فدک کے مسئلہ پر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خطا اجتہادی کا صدور ماننا، اہل سنت کا اصولی موقف بتایا ہے جس کی بنا پر دیگر ممالک کے ان تمام علماء کرام نے محترم ڈاکٹر صاحب کو اس نسبت میں صحیح اور بے گناہ قرار دیا ہے۔

اس فاضل محترم کو معلوم نہیں ہے کہ جس تحقیق پر تائید اور تقریظ لکھ رہے ہیں اس میں دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کو بھی تو بین قرار دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فاضل محترم اور وہ تمام علماء کرام جنہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کو خطا اجتہادی کی نسبت میں صحیح اور بے گناہ قرار دیا ہے یہ سب لوگ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کے مرتکب ہوئے جس پر حکم شرعی اس تحقیق میں بصورت کفر صادر کیا گیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضروری تنبیہ:

اس تقریظ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے میں محترم ڈاکٹر صاحب کو صحیح اور بے گناہ قرار دینے والے دیگر ممالک کے جن علماء کرام کا حوالہ دیا ہے ان میں متعدد حضرات وہ بھی ہیں جنہیں فتاویٰ امجدیہ کی تائید و تصویب کرنے کی وجہ سے ان محققین نے یہ انعام دیا ہے کہ: ان کا متفق علیہ فتویٰ ہے کہ دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا توہین کی مد میں آتا ہے۔

نعوذ باللہ من ذلک۔

جبکہ تقریظ والے بیان کے مطابق الحمد للہ وہ تمام علماء کرام اہل سنت کے اجماعی عقیدہ پر ہیں اور ایسا ہونا بھی ضروری امر ہے کیونکہ وہ حضرات علماء و فضلاء اہل سنت ہیں۔ یہ تو ان محققین کی دلیری ہے کہ ان کے کھاتے میں گمراہی ڈال دی ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ پاکستان کے بعض محققین نے دورِ حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت، توہین ہونے کا فتویٰ، حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے کھاتے میں ڈالا ہے تو وہ ایسے محققین کو بڑی فراخ دلی سے خراج تحسین پیش کریں گے کہ واقعی یہ سنیت کی بڑی

خدمت ہے اور یہ مسائل شرعیہ میں تحقیق کا اعلیٰ معیار ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اس تحقیق پر تائید لکھنے والے فاضل محترم کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی تصدیق کردہ تحقیق کا شرعی معیار کیا ہے؟ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

معرضین کا حضرت صدر الشریعہ کے فتویٰ سے استدلال

در حقیقت

ڈاکٹر صاحب پر اعتراض میں اپنی غلطی کا اعلان:

محترم ڈاکٹر صاحب کے مسئلہ میں معرضین کی یہی رٹ ہے کہ انہوں نے اپنے بیان میں مطلق خطا کی سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت کی ہے، اجتہادی خطا کا لفظ نہیں بولا اور نہ ہی اجتہادی خطا کی بات ہو رہی تھی۔ اجتہادی خطا کی پیوند کاری انہوں نے بعد میں کی ہے لہذا اجتہادی خطا کی نیت کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں ہے اس لیے اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے۔

جبکہ محترم ڈاکٹر صاحب نے ”خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ کہا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ”لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے کہ جن کے جگر کا ٹکڑا ان کی حدیث سن کے سر تسلیم خم کر لیا“ اور اجتہادی خطا مراد ہونے کی وضاحت اور خطا معصیت اور گناہ سے محفوظ ہونے کی تصریحات بھی بار بار کر چکے ہیں اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کی سنگینی پر اپنے ایمانی جذبات کا شاندار اور ایمان افروز بیان بھی دے چکے ہیں اس کے باوجود ان کی مراد اجتہادی خطا ہونا تسلیم کرنے کے لیے معرضین تیار نہیں ہیں بلکہ بدستور گستاخی کرنے کا الزام ہے اور اس پر نہ

صرف لزوم بلکہ عظیم کے التزام کا فتویٰ ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

اب ان محققین کی تحقیق کا دوسرا پہلو ملاحظہ کریں:

و باللہ التوفیق: قطع نظر اس سے کہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف ان کی عبارت کا مطلب بیان کر کے یہ حضرات تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حق کی تائید اس شان سے فرمائی کہ جس حق بات کا انکار کر کے طوفان برپا کیا ہے حضرت صدر الشریعہ کے فتویٰ سے استدلال میں ان محققین نے اپنے ہی قلم سے اس کا اقرار کر لیا ہے جو درحقیقت محترم ڈاکٹر صاحب پر اعتراض کرنے میں ان محققین کی طرف سے اپنی غلطی کا اعلان ہے۔ واللہ الحمد۔

”جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ میں محترم ڈاکٹر صاحب کی تصریحات کے باوجود اجتہادی خطا مراد ہونے سے انکاری ہیں لیکن باغی و محطی و مبطل کے الفاظ میں اجتہادی خطا مراد ہونا ان محققین کے نزدیک متعین ہے اور وہ بھی صاحب کلام کی طرف سے اجتہادی خطا مراد ہونے پر کوئی ثبوت نہ پائے جانے کے باوجود۔ چنانچہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنا توہین ہونے کا موقف حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے جس طرح ان محققین نے ثابت کیا ہے وہ منظر دیکھیں۔

فتاویٰ امجدیہ کے اس فتویٰ کا اصل سوال یہ ہے کہ:

جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی و محطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ زمرہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ بغور ملاحظہ کر لیں۔

سوال یہ نہیں ہے کہ جن علماء نے کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی کی نسبت کی ہے وہ زمرہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ بلکہ سوال مذکورہ بالا الفاظ میں ہے۔ اور جواب میں

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ (باغی و محطی و مبطل) کے معانی بیان کرنے کے بعد فرمایا:

”مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،“

حضرت صدر الشریعہ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ:

مگر چونکہ عرف عام میں خطا اجتہادی کے الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں، تا آخر۔ یعنی نہ سوال میں اجتہادی خطا کے الفاظ ہیں بلکہ باغی و محطی و مبطل کے الفاظ ہیں اور نہ ہی اجتہادی خطا کی نیت سے ان الفاظ کے استعمال کیے جانے پر عبارت میں کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی فتویٰ میں ان الفاظ سے اجتہادی خطا مراد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان الفاظ کا ذکر، خطا اجتہادی کا ذکر ہے یا ان الفاظ کے معانی خطا اجتہادی کو مستلزم ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کسی صاحب علم کے لیے ممکن نہیں ہے۔

اس کے باوجود ان محققین نے حضرت صدر الشریعہ کے اس فتویٰ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ”حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ،، (تا) حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دور حاضر میں کسی صحابی سے مطلق خطا درکنار خطا اجتہادی کو بھی مقام توہین میں قرار دیا ہے (تا) یہاں سے یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک صحابہ کرام سے خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی مقام توہین میں ہے، تا آخر (بلفظ)“

راقم الحروف کہتا ہے کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا تو ان محققین کا حضرت صدر الشریعہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ البتہ یہ نئی تحقیق اس امر پر

روشن دلیل ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے فتویٰ کے سوال میں باغی و مخطی و مبطل سے اجتہادی خطا مراد ہونا ان محققین کے نزدیک متعین ہے حتیٰ کہ اگر یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جائیں تب بھی ان سے مراد اجتہادی خطا کا بیان ہے یعنی وہ صحابی اجتہادی خطا پر تھے تبھی تو ان الفاظ (باغی و مخطی و مبطل) کے عرف عام میں مقام توہین میں بولے جانے سے خطا اجتہادی کی نسبت کا بھی مقام توہین میں ہونا ان محققین کے لیے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ورنہ ان الفاظ کے مقام توہین میں بولے جانے سے اجتہادی خطا کی نسبت کا مقام توہین میں ہونا متصور بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔ یہ ان محققین کی سنگین غلطی ہے۔ اس لیے کہ عرف عام میں جب یہ الفاظ توہین کے لیے بولے جاتے ہیں تو اب کوئی صاحب علم اجتہادی خطا کی نیت سے یہ الفاظ کیسے استعمال کر سکتا ہے؟ کیا عرف عام سے ارباب علم بھی بے خبر ہوتے ہیں؟ کیا توہین اور اجتہادی خطا بیک وقت دونوں کی نیت سے یہ الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں؟ کیا اجتہادی خطا کی نیت توہین کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے؟ کیا اجتہادی خطا کی حقیقت شرعیہ تبدیل ہو چکی ہے کہ دور حاضر میں اس کی نسبت کرنا بھی توہین ہے؟

نعوذ باللہ من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے یہ تو ضرور واضح ہے کہ جب الفاظ مذکورہ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں تو اب کسی صحابی کے لیے ایسے الفاظ اجتہادی خطا کی نیت سے بھی ہرگز استعمال نہیں کیے جاسکتے ورنہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے توہین صحابی لازم آئے گی۔ جبکہ ادھر گنگا لٹی بہہ رہی ہے کہ ان محققین کے لیے اس فتویٰ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کے نزدیک دور حاضر میں کسی صحابی کی

طرف خطا اجتہادی کی نسبت کرنا بھی توہین ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

گزارش ہے کہ یہ صرف حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہی افتراء نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ پر بھی بہتان ہے کیونکہ ان کے فتاویٰ میں حکم شرعی کا بیان ہے۔ بعض محققین کی سنگین غلطی کا موجب اصلی:

جب ان حضرات کا دعویٰ محترم ڈاکٹر صاحب پر شرعی حکم صادر کرنے کا ہے تو شرع شریف اور افتاء کے کون سے اصول سے دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کا توہین ہونا ان محققین کے لیے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے؟ تو ہم ان حضرات کی اس غلطی کا موجب اصلی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ غلطی محترم ڈاکٹر صاحب کو بہر صورت گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

جب انہوں نے وضاحت کر دی کہ ”خطا پر تھیں“ سے میری مراد اجتہادی خطا ہے تو پھر بھی ان حضرات نے نہ مانا اور کہا کہ اجتہادی خطا موضوع بحث ہے ہی نہیں۔ تم نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف، اور پھر ترقی کی کہ اجتہادی خطا مراد تو پھر بھی گستاخی ہے کیونکہ حضرت صدر الشریعہ کا فیصلہ کن فتویٰ ہے، تا آخر۔

فتاویٰ امجدیہ میں ان علماء کے متعلق سوال ہے جنہوں نے کسی صحابی کے لیے باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ چونکہ استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیہ ان علماء میں شامل نہیں ہیں لہذا ان علماء نے کسی صحابی کے لیے اگرچہ باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور بیشک

انہوں نے ان الفاظ سے اجتہادی خطا مراد ہونے کی کوئی وضاحت نہیں کی پھر بھی ان کے بارے میں ان محققین کا یہی اعتقاد ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اجتہادی خطا کی نیت سے استعمال کیے ہیں البتہ چونکہ یہ الفاظ عرف عام میں توہین کے لیے بولے جاتے ہیں تو بزعم ان محققین کے دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی توہین ثابت ہوا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کی مراد اگر اجتہادی خطا ہے تو پھر بھی انہوں نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی ہے۔

أقول: أنا لله وإنا إليه راجعون۔ کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہے؟ یہ سوچ کسی طرح محمود نہیں ہو سکتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ صرف محترم ڈاکٹر صاحب کو غلط ثابت کرنے کے لیے اسلاف کرام اور شریعت مطہرہ پر بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ پر بھی افتراء اور بہتان باندھا جا رہا ہے۔

دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنے کو توہین قرار دینا، خطا اجتہادی کے بارے میں حکم شرع کو منسوخ قرار دینے کے مترادف ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ کیا یہ تحقیق ہے یا شریعت مطہرہ کے خلاف گمراہی کی تبلیغ ہے؟

ان محققین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسئلہ میراث نبی کریم ﷺ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دور حاضر میں بھی اجتہادی خطا کی نسبت کرنا آپ کی توہین ہرگز نہیں ہے بلکہ اس نسبت کو حق و صواب اور حکم شرع کے عین مطابق جاننا مذہب اہل سنت میں ضروری ہے کیونکہ حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان کے لیے لازم اور ضروری ہے۔

اگر کسی شخص کی ضروریات مذہب اہل سنت اور قطعیات اسلام اور ان کے

لوازمات کی طرف بھی توجہ نہیں ہے تو اس میں قصور وار کون ہے؟

اللہم أرنا الحق حقاً وارزقنا إتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا إجتنا به۔
معتزین محققین کی ایک اور سنگین غلطی:

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے کلام کی وضاحت میں بتایا کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف خطا کی نسبت جو کی ہے اس سے مراد خطا اجتہادی ہے اور اس میں گستاخی کا شائبہ بھی نہیں ہے، تو اس کی تردید میں بعض محققین نے کہا ہے:

خطا اجتہادی اس لیے بھی مراد نہیں ہو سکتی کہ ڈاکٹر صاحب نے خطا اور غلطی کے الفاظ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عصمت نبوت کی نفی کے ضمن میں بولے ہیں جب کہ خطا اجتہادی عصمت نبوت کے منافی نہیں ہے۔

نیز کہا:

یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں بناءً علیہ خطا اجتہادی بھی اس میں ماخوذ ہے کیونکہ شیعہ پیشوا مسمی شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔

(کما فی بحار الأنوار للعلامہ باقر المجلسی الرافضی)

الجواب: أقول وبالله التوفيق:

(أولاً)

ان محققین کی غفلت پر افسوس ہے کہ انہیں ابھی تک مسئلہ عصمت میں مذہب شیعہ بھی معلوم نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ: یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں، تا آخر۔

جبکہ کتب شیعہ جو بیانِ مذہب کے لیے لکھی گئی ہیں ان میں اکابرینِ شیعہ کی تصریحات کے مطابق مذہبِ شیعہ یہی ہے کہ معصومین سے اجتہادی خطا بھی نہیں ہو سکتی، تو پھر اس کے انکار کا کیا جواز ہے؟

اور جب مقصود مذہبِ شیعہ کی تردید ہے تو بالفرض اگر کسی شیعہ پیشوا کا نظریہ مذہبِ شیعہ کے خلاف ہو بھی تو اس کی وجہ سے تردیدِ مذہب کو کیونکر غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور مذہبِ شیعہ ہونے کی نفی کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

کیا دوسرے مسائل میں متعدد مسائل میں خلافِ مذہب اقوال شاذہ موجود نہیں ہیں؟ تو ایسے ہی اگر بالفرض کسی شیعہ پیشوا کا قول مسئلہ عصمت میں اصل مذہبِ شیعہ کے خلاف موجود ہو تو کیا اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے اصل مذہبِ شیعہ کی تردید کو جہالت قرار دے دیا جائے گا؟ صرف اس بنا پر کہ کسی شیعہ پیشوا کا قول اس کے خلاف ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا مسئلہ عصمت میں جو اصل مذہبِ شیعہ ہے اسے شیعہ کا عقیدہ اور مذہب قرار دیا جائے گا یا خلافِ مذہب قول شاذ کو؟

کہہ رہے ہیں: یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عجب ابلہ فریبی ہے۔

(ثانیاً)

ان محققین کی دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے شیعہ پیشوا شیخ صدوق وغیرہ کا عقیدہ یہ بتایا ہے کہ وہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ صدوق اور اس کے شیخ کا نظریہ بھی وہی ہے جو دوسرے شیعہ کا ہے کہ

معصومین سے خطا اجتہادی کا صدور جائز نہیں ہے۔ انہیں اس مسئلہ میں قطعاً اختلاف نہیں ہے اور تیسری غلطی یہ ہے کہ اپنی اس نئی تحقیق پر بطور حوالہ لکھا ہے:

”کما فی بحار الانوار للملا باقر المجلسی الرافضی“

ترجمہ: جیسا کہ ملا باقر مجلسی رافضی کی ”بحار الانوار“ میں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے یہ ملا باقر مجلسی پر بھی افتراء اور بہتان ہے اس لیے کہ اس نے ”بحار الانوار“ میں ہرگز نہیں لکھا کہ شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں۔

چوتھی اور سنگین غلطی یہ ہے کہ یہ ساری دھاندلی اور غلط بیانی صرف اس لیے کی گئی ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو خطا اجتہادی کی نسبت کے دعویٰ میں غلط ثابت کر کے انہیں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب ثابت کریں، تاکہ ان پر اپنی پسند کا فتویٰ صادر کر سکیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کی فکر ختم ہو گئی ہے کہ محض دھاندلی پر مبنی غلط فتوے کو بھی شرعی حکم کا نام دے رہے ہیں؟

(ثالثاً)

بالفرض اگر شیعہ پیشوا محمد بن بابویہ صدوق اور اس کے شیخ محمد بن حسن بن ولید کا موقف یہی ہوتا جو ان محققین نے بتایا ہے تو پھر بھی ان کا اختلاف اصل مذہبِ شیعہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ تو ان محققین کا معیار تحقیق ہے کہ: ”یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں“۔

ورنہ اسی ملا باقر مجلسی نے اپنی اسی کتاب ”بحار الانوار“ میں اسی مسئلہ عصمت میں

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بزرگمذہب شیعہ ائمہ معصومین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہو طاری کیے جانے کے بارے میں ان دونوں شیعہ پیشواؤں کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود شیعہ کے ہاں اس مسئلہ کو اجماعی قرار دیا ہے اور صراحت کی ہے کہ اکابر شیعہ نے کہا ہے کہ ان دونوں کا اختلاف محل بالاجماع نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے موقف کی نسبت میں معروف ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ کریں:

”إن أصحابنا الإمامية أجمعوا على عصمة الأنبياء والأئمة صلوات الله عليهم من الذنوب الصغيرة والكبيرة عمدا وخطأ و نسياناً قبل النبوة والإمامة و بعدهما بل من وقت ولادتهم إلى أن يلقوا الله تعالى و لم يخالف في ذلك إلا الصدوق محمد بن بابويه و شيخه ابن الوليد قدس الله روحهما فإنهما جوزا الإسهاء من الله تعالى لا السهو الذي يكون من الشيطان في غير ما يتعلق بالتبليغ و بيان الأحكام و قالوا: إن خروجهما لا يخل بالاجماع لكونهما معروفين بالنسب.“ (بحار الانوار 25-186-185)

رہا ان محققین کا دعویٰ کہ شیخ صدوق وغیرہ معصومین سے خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل ہیں تو یہ سراسر غلط ہے، کوئی شیعہ پیشوا اس کا قائل ہو سکتا ہی نہیں۔ اسی ملا باقر مجلسی نے اپنی اسی کتاب میں امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صفات امام کے بیان میں روایت کیا ہے:

إنه معصوم من الذنوب كلها صغيرها و كبيرها لا يزل في الفتيا ولا يخطئ في الجواب ولا يسهو ولا ينسى ولا يلهو بشيء من

أمر الدنيا۔ (بحار الانوار 25-186)

ترجمہ: بیشک امام صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے معصوم ہوتا ہے نہ ہی فتویٰ میں اس سے لغزش ہوتی ہے اور نہ ہی جواب میں مخطی ہوتا ہے اور نہ ہی اسے سہو اور نسیان ہوتا ہے اور نہ ہی وہ امر دنیا سے کسی شئی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔

اسی ملا باقر مجلسی نے اسی کتاب میں معصومین سے خطا اجتہادی جائز نہ ہونے کے بارے میں بغیر کسی اختلاف کے بیان کے مذہب شیعہ بیان کیا ہے، چنانچہ ملاحظہ کریں:

مذهب أصحابنا الإمامية وهو أنه لا يصدر عنهم الذنب لا صغيرة ولا كبيرة ولا عمدا ولا نسيانا ولا لخطأ في التأويل ولا للإسهاء من الله سبحانه ولم يخالف فيه إلا الصدوق و شيخه محمد بن الحسن بن الوليد رحمهما الله فإنهما جوزا الإسهاء لا السهو الذي يكون من الشيطان، وكذا القول في الأئمة الطاهرين عليهم السلام۔ (بحار الانوار 11-59)

ترجمہ: ہمارے اصحاب امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا، نہ صغیرہ اور نہ کبیرہ، نہ قصد اور نہ نسیان اور بھول جانے کی وجہ سے اور نہ خطا درتاویل (خطا اجتہادی) کی وجہ سے اور نہ اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے کی وجہ سے اور اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے میں صرف صدوق اور اس کے شیخ محمد بن الحسن بن الولید رحمہما اللہ نے اختلاف کیا ہے، ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سہو طاری کرنا جائز قرار دیا ہے نہ وہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

و كذا القول في الأئمة الخ۔ اور جیسے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی عصمت کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے بعینہ اسی طرح ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں بھی وہی تفصیل ہے۔

عبارت منقولہ میں ”و مذهب أصحابنا الإمامیة“ بغور ملاحظہ کر لیں کہ تمام اکابر شیعہ کا یہی مذہب ہے اور باقی امور کی طرح ”خطائی التاویل“ یعنی اجتہادی خطا کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کوئی شیعہ پیشوا اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

ولا للإسهاء من الله سبحانه و لم يخالف فيه إلا الصدوق و شيخه الخ

اور صرف اللہ سبحانہ کی طرف سے سہو طاری کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور وہ بھی صرف محمد بن بابویہ صدوق اور اس کے شیخ کا ہے انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے باقی کوئی شیعہ پیشوا اس کے جواز کا بھی قائل نہیں ہے۔

عبارت منقولہ میں ”فإنهما جوزا الإسهاء“ بھی بغور ملاحظہ کر لیں۔ ”فإنهما جوزا الخطأ في التاویل“ نہیں لکھا۔ ملا باقر مجلسی نے مسئلہ عصمت میں صدوق اور اس کے شیخ کے اس اختلاف کی تفصیل ”بحار الانوار“ میں متعدد مقامات پر بیان کی ہے اور خطا اجتہادی کے حوالے سے صریحاً تو درکنار اشارۃً اور کنایۃً بھی ان کا اختلاف بیان نہیں کیا اس لیے کہ اختلاف ہوتا تو بیان کیا جاتا۔

اور شیعہ میں یہ کوئی گناہ اشخاص نہیں ہیں صدوق اور اس کے شیخ کا ایک تعارف ہے۔ شیعہ کی صحاح اربعہ میں ایک کتاب: ”من لا یحضرہ الفقیہ“ اسی صدوق کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر وہ عبارات ہم نے اس جگہ نقل نہیں کیں۔ ایسے ہی اصول کافی کی تصریحات بھی پیش نہیں

کر رہے ورنہ وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔

ضروری تنبیہ:

جب تمام شیعہ اور روافض کسی امام سے بھی خطا اجتہادی کے صدور کے جواز کے قائل نہیں ہیں تو کیا خیال ہے شیعہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت ان کی تمام اولاد کی عصمت سے بھی کمزور درجہ کی مانتے ہیں؟ ایسا ہونا کسی شیعہ سے متصور نہیں ہو سکتا۔

اور اگر یہ محققین اب بھی اپنی تحقیق کو بیان حق قرار دیں تو ہماری طرف سے دعوت عام ہے کہ ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار سے صدوق وغیرہ کا وہ عقیدہ ثابت کریں جو ان کے کھاتے میں ڈالا ہے تو ہم بطور اعزاز انہیں پروقاہ انعام دیں گے۔ اور اگر نہ ثابت کر سکیں تو اپنی غلطی اور قبول حق کا تحریری اعلان فوری طور پر کرنا ان پر لازم اور ضروری ہے۔ اور ان حضرات کے اخلاص سے اُمید یہی ہے کہ اس میں تاخیر نہیں کریں گے۔

اللهم اهدنا الصراط المستقیم۔

ازالہ شبہات:

محترم ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے معترضین محققین نے بزعم خود جو مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں وہ درحقیقت شبہات اور مغالطات ہیں۔ اتمام حجت کے لیے ان کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ اس لیے ہمارے علم میں اُن کے جو شبہات آئے ہیں ان کے جوابات بھی سپرد قلم کیے جا رہے ہیں تاکہ ان حضرات کا کوئی عذر باقی نہ رہے نیز قبول حق اور اپنی غلطی سے رجوع اُن کے لیے آسان ہو جائے۔ ان محققین کے شبہات حتی الامکان اُنہی کے الفاظ میں نقل کیے ہیں۔

شبہ اولیٰ: بنیادی وجہ اعتراض:

چنانچہ بعض محققین رقمطراز ہیں:

بنیادی وجہ اعتراض:

پاکستانی ماحول اور عرف میں رہتے ہوئے اپنے ان الفاظ میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنا ہے۔ برصغیر خصوصاً پاکستان کے عرف میں کسی کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی جائے تو اس سے خطا اجتہادی قطعاً مراد نہیں لی جاتی بلکہ وہ خطا مقصود ہوتی ہے جو قابل مذمت ہو اور اس کا مطلب کسی کو غلط اور مجرم قرار دینا نیز جرم و گناہ کا مرتکب اور قصور وار ٹھہرانا ہوتا ہے (تا) بناءً علیہ عرفی حوالہ سے متنازعہ الفاظ کا معنی یہ بنا کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فدک کا مطالبہ کر کے معاذ اللہ غلط کام کیا اور ایسا کر کے وہ العیاذ باللہ جرم اور گناہ کی مرتکب ہوئیں جو ظاہر ہے کہ بارگاہ سیدہ میں بہت بڑی جسارت ہے، یہی وجہ ہے کہ ماسوائے معدودے چند کے باقی چھوٹے، بڑے، پڑھے ان پڑھے سب اہل سنت موصوف کے الفاظ پر سراپا احتجاج ہو کر ان کی تردید و تغلیط پر کمر بستہ ہو گئے اور مذمت کے لیے میدان میں اتر آئے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ان متنازعہ الفاظ کو ان کے عرفی معنی میں سمجھا ہے تب ہی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ (بلفظہ)

ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے جس کے جواز کے وہ اب بھی قائل ہیں۔ (بلفظہ)

ڈاکٹر جلالی صاحب نے اپنے اصل متنازعہ بیانات میں حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق مطلق خطا اور غلطی کے الفاظ بولے ہیں جن میں خطا اجتہادی کا صریحاً ذکر تو کجا اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے۔ نیز انہوں نے بولے بھی پاکستان کے عرف و

ماحول میں رہتے ہوئے ہیں جب کہ یہاں کے عرف عام میں خطا اور غلطی کے الفاظ اطلاقی صورت میں بُرے معنوں میں تصور کیے جاتے ہیں۔ یعنی اس صورت میں وہ گناہ، جرم اور قصور کے معنی میں مستعمل و مروج ہیں جب کہ الفاظ کے تعظیم و توہین ہونے نہ ہونے میں شرعاً بھی عرف کا اعتبار ہے (تا) جب کہ اصل اعتراض بھی محض اسی امر (مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنے) کی بنیاد پر ہے۔ (بلفظہ)

مطلق خطا کی نسبت، قطعی طور پر اور فی الواقع بُرے معنی میں ہونے کی وجہ سے سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق موجب ایذاء ہے۔ (بلفظہ)

اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے اپنے متنازع بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے (تا) جب کہ حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کے بیانات کے پورے سیاق و سباق میں خطا اور غلطی کے لفظوں کے ساتھ اجتہادی کی کوئی قید نہیں ہے اور اس کا ذکر تو درکنار اس کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے جس کا موصوف کو بھی واضح اقرار ہے جیسا کہ (تا) ان کے لفظ ہیں کہ! ہم نے جب امکان خطا میں آگے خطا اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں، بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے، اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو۔ (بلفظہ)

جب کہ مطلق خطا کے لفظ انہوں نے عام بول چال میں عوامی سطح پر بولے ہیں جسے عرفاً جرم و گناہ کے معنی میں سمجھا جاتا ہے اور یہ ایسا مؤکد امر ہے کہ حسب تصریح فقہاء کرام خلاف عرف فتویٰ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ (بلفظہ)

عربی عرف میں یہ لفظ بُرے معنی کے لیے متعین نہیں بلکہ مشترکہ المعانی سے ہے (تا)

جب بحث یہاں عرف عام اور عام بول چال میں مطلق خطا کی نسبت کرنے میں ہے۔ (بلفظہ)
موصوف کا پہلا کلپ 23 فروری 2020ء کا ہے جو ”عدالت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ کے عنوان سے ہے۔ یہ سیمینار اُن کے مرکز صراط مستقیم لاہور میں
ادارہ کی بزم کے زیر انتظام منعقد ہوا، جبکہ دوسرا کلپ 28 فروری 2020ء کا ہے جو ”سیدنا
علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ کے نام سے ہے جو موضع کڑیاں والا گجرات میں (تا)
منعقد کیا گیا تھا۔ (بلفظہ)

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم - وبالله التوفيق -

عبارات منقولہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ یہ عبارات اور گزشتہ کرم فرمائی
اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان محققین کا مقصود صرف یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو گستاخی
کا مرتکب ثابت کریں اس کے لیے جو بھی طریقہ اختیار کرنا پڑے خواہ صاف غلط بیانی ہی کیوں
نہ ہو، اسی وجہ سے انہیں اپنی تضاد بیانی کی بھی کوئی پروا نہیں ہے اپنے ہی قلم سے لکھا ہے کہ:
موصوف کا پہلا کلپ 23 فروری 2020ء کا ہے جو ”عدالت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ کے عنوان سے ہے۔ یہ سیمینار اُن کے مرکز صراط مستقیم لاہور
میں ادارہ کی بزم کے زیر انتظام منعقد ہوا، جبکہ دوسرا کلپ 28 فروری 2020ء کا ہے جو
”سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ کے نام سے ہے جو موضع کڑیاں والا گجرات
میں (تا) منعقد کیا گیا تھا۔ (بلفظہ)
جبکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ خالص علمی نشستیں تھیں جو عقائد اہل
سنت کے بیان اور درافضیت کے لیے تھیں۔

پہلا خطاب تقریباً 5 گھنٹے 30 منٹ کا اور دوسرا خطاب تقریباً 2 گھنٹے کا ہے اور ان
دونوں خطابات میں فدک کا مسئلہ زیر بحث آیا اور بوقت خطاب کتب کثیرہ سے حوالہ جات
پیش کیے گئے۔ یہ سب کچھ انٹرنیٹ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے اس کے باوجود ان محققین نے بقلم
خود یہ بھی لکھا ہے:

جب کہ مطلق خطا کے لفظ انہوں نے عام بول چال میں عوامی سطح پر بولے ہیں، بلفظہ
نیز یہ بھی لکھا: جب بحث یہاں عرف عام اور عام بول چال میں مطلق خطا کی نسبت
کرنے میں ہے۔ بلفظہ

أقول: لا حول ولا قوة الا بالله -

کیا ان محققین کے نزدیک ”عدالت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ اور سیدنا
علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار“ عوامی سطح پر عام بول چال کا نام ہے؟ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ کیسا معیار انصاف ہے؟ اسی طرح ان دونوں خطابات کے متنازعہ الفاظ کے
سیاق و سباق سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ان سے مراد اجتہادی خطا ہے جیسا کہ گزشتہ
صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اس کی وضاحت بھی متعدد بار
کر چکے ہیں۔

اس کے باوجود یہ محققین فرما رہے ہیں اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں
نیز کہتے ہیں: جبکہ حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ ان بیانات کے پورے سیاق و سباق میں خطا
اور غلطی کے لفظوں کے ساتھ اجتہادی کی کوئی قید نہیں ہے اور اس کا ذکر تو درکنار اس کی طرف
کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے جس کا خود موصوف کو بھی واضح اقرار ہے۔ (بلفظہ)
کیا ڈاکٹر صاحب کو بھی واضح اقرار ہے کہ ان کے خطابات میں متنازعہ الفاظ کے

پورے سیاق و سباق میں اجتہادی خطا مراد ہونے کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی غلط بیانی؟

جب ڈاکٹر صاحب نے خطا اجتہادی مراد ہونے کی وضاحت بھی کر دی تو پھر بھی
ان کو گستاخی کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور
بہتان باندھ دیا کہ ان کا فیصلہ کن فتویٰ ہے کہ دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف خطا اجتہادی
کی نسبت کرنا بھی تو بین ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

نیز معترضین حضرات کا یہ شبہ تھا کہ خطا کا لفظ عصمت کی نفی کے ضمن میں بولا گیا ہے
اور خطا اجتہادی عصمت کے منافی نہیں ہے لہذا اجتہادی خطا مراد نہیں ہو سکتی، تو ڈاکٹر صاحب
کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ شیعہ اور روافض کے نزدیک اہل بیت سے اجتہادی خطا کا
صدور ناممکن ہے لہذا اجتہادی خطا ثابت کرنا ان کے نظریہ عصمت کی تردید کے لیے کافی ہے
تو پھر بھی ڈاکٹر صاحب کو غلط ثابت کرنے کے لیے ان محققین نے شیعہ پیشوا صدوق وغیرہ اور
ملا باقر مجلسی پر افتراء اور بہتان باندھ کر شیعہ اور روافض کا عقیدہ ہی ان کے مذہب کے خلاف
ہونے کا دعویٰ کر دیا اور لکھ دیا کہ:

یہاں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شیعہ خطا اجتہادی کے قائل نہیں ہیں۔ تا آخر۔

أقول: لا حول ولا قوة الا باللہ - کیا یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی رضا کے لیے دینی و ایمانی فریضہ کی ادائیگی ہے؟ کیا حکم شرعی صادر کرنے کے لیے
ایسی ہی تحقیق ہونی چاہیے؟ یہ معیار تحقیق علماء حق کے شایان شان نہیں ہے اور نہ ہی حکم شرعی
صادر کرنے کے لیے مقبول و معتبر ہو سکتا ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم -

بنیادی وجہ اعتراض کا منصفانہ جائزہ:

بتوفیق اللہ تعالیٰ أقول:

معترضین غلط بحث اور دھاندلی کر رہے ہیں ورنہ یہ مسئلہ بفضلہ تعالیٰ روز روشن کی
طرح واضح ہے، ملاحظہ کریں۔

بقول معترضین کے ڈاکٹر صاحب نے مطلق خطا اور غلطی کی نسبت حضرت فاطمہ
الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے اور بقول ان حضرات کے برصغیر خصوصاً پاکستان
کے عرف عام میں مطلق خطا اور غلطی قطعی طور پر اور فی الواقع بڑے معنی میں ہے یعنی گناہ اور
جرم کے معنی میں مروج اور مستعمل ہے۔

اور ان کا کہنا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ماسوائے چند معدود لوگوں کے باقی چھوٹے
بڑے، پڑھے ان پڑھے سب اہل سنت موصوف کے ان الفاظ پر سراپا احتجاج ہو کر ان کی
تردید و تخیل پر کمر بستہ ہو گئے اور مذمت کے لیے میدان میں اتر آئے جس کا واضح مطلب یہ
ہے کہ انہوں نے ان متنازعہ الفاظ کو ان کے عرفی معنی میں سمجھا ہے تب ہی تو انہوں نے یہ رویہ
اختیار کیا ہے۔ ایسے ہی دوسری عبارات بھی تصریحات ہیں۔ ان محققین سے گزارش ہے کہ
صرف دعویٰ کرنے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو جاتا بلکہ ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ پاکستانی اطلاقات
و محاورات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ پاکستانی عرف عام سے پاکستانی باشندوں کا بے خبر ہونا
ناممکن ہے۔

اگر واقعی طور پر پاکستانی عرف عام میں کسی کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کرنا
قطعی طور پر بڑے معنی: گناہ اور جرم میں مروج اور مستعمل ہے، اور بقول معترضین یہ عرف
عام پڑھے ان پڑھے چھوٹے بڑے سب کو معلوم ہے جیسا کہ تمام اہل سنت کے اس فاضل

محترم کی تردید اور مذمت کے لیے میدان میں اُترنے کی وجہ بھی ان محققین نے یہی بتائی ہے اور بقول ان کے اس فاضل محترم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت بھی کی ہے۔

تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اس فاضل محترم کے دونوں سیمینار پاکستان کی سرزمین پر ہوئے ہیں جن میں سے ایک اس ملک کے مرکزی شہر لاہور میں ہوا ہے اور دوسرا گجرات کے ایک قصبہ میں ہوا، جن میں بھاری تعداد میں پاکستانی باشندے سامعین تھے ان میں خاصی تعداد میں علماء و فضلاء اہل سنت اور دینی مدارس کے طلباء، سکول و کالج کے اساتذہ بھی تھے جن میں مخالف فرقہ کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگ اہل سنت تھے جو سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی سننا نہ ہی تو برداشت کر سکتے ہیں اور نہ اس پر خاموش رہ سکتے ہیں۔ ان تمام لوگوں نے حالتِ بیداری میں بقائمی ہوش و حواس یہ خطابات سنے تھے۔

تو کیا ان سامعین حضرات میں سے کسی کو بھی یہ پاکستانی عرفِ عام معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آیا کہ یہ سنی فاضل تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور بے ادبی کر رہا ہے۔ دونوں خطابات کے سامعین میں سے کسی نے نہ خطاب کے دوران اعتراض اُٹھایا اور نہ ہی بعد میں؟ کیا یہ پاکستانی باشندے نہیں تھے؟ یہ کیسا عرفِ عام ہے جو لاہور جیسے شہر میں ہونے والے سیمینار میں ملکِ پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے پاکستانی اشخاص و افراد کے بھی علم میں نہ تھا؟ اور اگر ان کے علم میں تھا تو ”نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ“ کیا یہ تمام لوگ دشمنانِ اہل بیت تھے اس لیے سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور بے ادبی سن کر محظوظ ہوتے رہے اور کسی نے اعتراض تک نہ

کیا؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

یہ خطابات پانچ دن کے وقفہ کے ساتھ دو مختلف مقامات پر ہوئے تھے۔ نیز یہ خطابات انٹرنیٹ پر موجود ہونے کی وجہ سے پوری دنیا میں سننے کی سہولت موجود تھی اس لیے بھم اللہ تعالیٰ کثیر تعداد میں سنی لوگ سن رہے تھے اور دوسرے بھی سنتے ہیں، تو تین ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ان ہزاروں پاکستانی حضرات علماء اہل سنت و غیر علماء میں سے کسی کو بھی اس پاکستانی عرفِ عام کا احساس تک نہ ہوسکا جس کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہ اٹھایا؟ یہ عجیب عرفِ عام ہے جو پاکستان کے مختلف علاقوں اور متعدد طبقات سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد (جن میں صاحبِ علم بڑے حساس حضرات بھی یقیناً تھے ان تمام لوگوں) کے لیے ایک سربستہ راز تھا جس سے کوئی آگاہ ہی نہیں تھا۔

کیا صرف معترضین ہی پاکستانی ہیں اس لیے صرف وہی اس عرفِ عام سے باخبر ہیں؟ اور ان کو بھی یہ عرفِ عام تین ماہ گزرنے کے بعد یاد آیا جب شور مچایا گیا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کی گئی ہے۔ چاہے تو یہ تھا کہ اس امر کی تحقیق کی جاتی کہ آیا واقعی گستاخی اور توہین کی گئی ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں کیا گیا بلکہ ایک طوفان برپا کر دیا گیا اور وہ کچھ ہوا جو چشمِ فلک نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور واضح رہے کہ یہ کسی عرفِ عام کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ گستاخی کے فتوے لگانے والوں پر اعتماد کی بنیاد پر ہوا، جن کی اکثریت کو اس مسئلہ کی اصل نوعیت اور نزاکت معلوم ہی نہیں ہے، اور بقول ان محققین کے ان پڑھے بھی مذمت کے لیے میدان میں اُتر آئے۔

تو گزارش ہے کہ ایسے لوگوں کی مذمت تو واقعی مضبوط دلیل ہے جن کو اس فاضل کے الفاظ کا مطلب تو درکنار اکثریت کو الفاظ بھی معلوم نہیں تھے۔ کیا سنی ہونے کے باوجود

دونوں خطابات کے سامعین کا ان الفاظ پر کوئی اعتراض نہ اٹھانا اس بات کا واضح ثبوت نہیں ہے ایسا کوئی عرف عام نہیں ہے جس کا دعویٰ معترضین نے کیا ہے ورنہ بقول ان محققین کے جس عرف عام سے ان پڑھے بھی بے خبر نہ تھے اور مذمت کے لیے میدان میں اُتر آئے تو ان خطابات کے سامعین (جن میں وافر تعداد میں علماء و فضلاء اور سکول و کالج کے اساتذہ بھی تھے) کا اس عرف سے لاعلم ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

لہذا اگر ان محققین کو اپنے دعویٰ کی صحت کا یقین ہے تو پھر ان حضرات سامعین کے اعتراض نہ اٹھانے کی معقول وجہ بتائیں اور اگر سامعین حضرات کے اعتراض نہ اٹھانے اور خاموش رہنے کی معقول وجہ بھی نہ بتاسکیں تو پھر ان محققین کو اپنے دعویٰ کے غلط ہونے کا اعتراف و اقرار کرنا لازم و ضروری ہے انہیں یہ مان لینا چاہیے کہ فاضل محترم نے مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت نہیں کی بلکہ سیاق و سباق کی روشنی میں اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے۔ اور اگر اس پر بضد ہیں کہ نسبت تو مطلق خطا اور مطلق غلطی کی، کی ہے تو پھر مذکور عرف عام کا دعویٰ غلط تسلیم کرنا ضروری ہے۔

بلکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ دونوں دعوے ہی غلط اور باطل ہیں محض سینہ زوری اور تحکم ہے۔ اس فاضل محترم کے بیان میں اجتہادی خطا مراد ہونا سیاق و سباق کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہے اور لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہونے کی صورت میں معترضین کا ذکر کردہ عرف عام محض فرضی اور زعمی ہے، برصغیر میں ایسا کوئی عرف عام موجود نہیں ہے اور شرعی حکم صادر کرنے کے لیے تحکم اور سینہ زوری کی اسلام میں کسی کو اجازت نہیں ہے۔

گزارش ہے کہ ہم تو اس مسئلہ کا شرعی حل چاہتے ہیں تاکہ تمام علمائے اہل سنت باہمی اتحاد و اتفاق سے خدمت اسلام کا فریضہ ادا کر سکیں اس لیے کسی کا ذوق، جذبات، سینہ

زوری، دھاندلی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ اصول شرع پر مبنی محض حکم شرع کا قبول کرنا فرض ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی خود کو عقل کل نہ سمجھے ورنہ ناقابل اصلاح ہو جائے گا اور اپنے مفروضے دوسروں کے لیے بھی واجب الاتباع سمجھے گا اس لیے خود قبول حق سے محروم رہے گا۔ اس لیے معترضین حضرات اپنی تسلی کے لیے اس عرف عام کی مزید تصدیق کر لیں تاکہ اس کو بنیادی وجہ اعتراض اور تکفیری فتویٰ کا رکن اعظم بنانے کی حیثیت واضح ہو جائے اور یہ فتنہ ختم ہو جائے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ دعائیہ کلمات کی بات نہیں ہو رہی جیسے یا اللہ ہماری خطائیں معاف فرما اور ہماری غلطیاں معاف فرما، بلکہ دعائیہ کلمات کے علاوہ مربوط کلام میں لفظ خطا اور غلطی کے ساتھ کسی کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کی صورت میں کیا ایسا کوئی عرف عام ہے کہ خطا اور غلطی کا معنی قطعی طور پر اور فی الواقع گناہ اور معصیت اور جرم اور قصور ہی ہوتا ہے۔ عام گفتگو ہو یا کسی علمی مسئلہ کا بیان ہو اور کسی عالم دین نے کسی معظم دینی کی اجتہادی خطا کی نیت اور ارادہ سے یہ الفاظ بولے ہوں اور سیاق و سباق و دیگر دلائل سے اجتہادی خطا مراد ہونا بھی متعین ہو یا ایسا نہ ہو، بہر صورت عرف عام میں خطا اور غلطی کے الفاظ گناہ اور جرم ہی میں مروج و مستعمل ہیں؟

یہ کیسا عرف عام ہے جو عام محاورات و مکالمات تک محدود ہونے کی بجائے خالص علمی نشستوں کی گفتگو پر بھی قاضی اور حاکم ہے؟ اس کی وضاحت تو یہ معترضین ہی کریں گے۔ اس سرزمین کے ہر طبقہ کے لکھے پڑھے لوگوں سے اس عرف عام کی تصدیق کریں اُن میں علماء و فضلاء اہل سنت اور سکول و کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ بھی ہوں۔ اور

اگر وہ بھی بتائیں کہ لفظ خطا اور غلطی ہمارے روزمرہ کے محاورات اور مکالمات میں مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں خطا بمعنی نقیض صواب یعنی نادرست اور غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی بھی بکثرت مستعمل ہے اور ایسے ہی اردو لغات میں لکھے ہوئے دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں صرف گناہ اور جرم و معصیت کے لیے متعین نہیں ہیں اور شرعی مسائل اور علمی نشستوں میں اطلاق کی صورت میں ان الفاظ کا معنی حضرات علماء خوب جانتے ہیں، اس تصدیق کے بعد تو ان معترضین حضرات کو اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ سے تحریری و تقریری رجوع اور اپنی غلطی کا اعتراف اور اہل سنت کے اس فاضل محترم پر گستاخی کرنے کے الزام و بہتان اور غلط فتوے لگانے اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان باندھنے سے علانیہ تقریری و تحریری توبہ کرنا لازم و ضروری ہونے کی وجہ سے اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اور اگر خود ہی انصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ غور و فکر کر لیں تو کسی تصدیق کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے جسے کسی دھاندلی کے زور پر چھپایا نہیں جاسکتا ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

پاکستانی عرف عام میں مطلق لفظ خطا اور غلطی کا معنی صرف گناہ، جرم اور قصور ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔

أقول وبالله التوفیق: ان محققین کا یہ دعویٰ سراسر باطل اور مردود ہے اس لیے کہ جب معترضین کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ لغت عرب میں لفظ خطا کے متعدد معانی ہیں اور ان حضرات نے اردو لغات سے بھی اس کے متعدد معانی بقلم خود نقل کیے ہیں اور لفظ غلطی کے بھی اردو لغات سے متعدد معانی لکھے ہیں۔

جب اردو لغات میں بھی لفظ خطا اور غلطی کے متعدد معانی لکھے ہوئے ہیں تو یہ مطلق

لفظ خطا اور غلطی کے معانی ہی لکھے ہوئے ہیں جیسا کہ اہل علم پر ہر گز مخفی نہیں ہے لہذا ان معانی میں سے کسی ایک معنی کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معنی مطلق لفظ خطا اور غلطی کا نہیں ہے جب اردو زبان میں لفظ خطا اور غلطی کے متعدد معانی ہیں تو یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اردو زبان کے محاورات اور مکالمات میں لفظ خطا اور غلطی متعدد معانی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب برصغیر میں اردو زبان بولی جاتی ہے تو اس سے برصغیر کے محاورات اور مکالمات اور عرف عام میں مطلق لفظ خطا اور غلطی کا متعدد معانی میں مستعمل اور مروج ہونا نہ صرف ثابت ہوا بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہوا، جس سے یہ حقیقت واقعہ دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہو گئی کہ برصغیر خصوصاً پاکستانی ماحول میں عرف عام میں مطلق لفظ خطا اور غلطی قطعی طور پر بُرے معنی: گناہ، جرم اور قصور ہی میں مستعمل اور مروج ہونے کا دعویٰ محض بے اصل، غلط اور باطل ہے، واقع اور نفس الامر میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس لیے کہ لفظ خطا اور غلطی اگر مربوط کلام میں واقع ہوں تو سیاق و سباق کے تناسب سے ان کا معنی متعین ہوتا ہے نہ کہ ہر جگہ، گناہ، جرم اور قصور ہی مراد اور مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی ہر جگہ یہ سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ہر مقام پر یہ درست ہو سکتا ہے، جب تک عرف عام میں لفظ خطا اور غلطی کا، گناہ، جرم اور قصور کے علاوہ دوسرے تمام معانی میں استعمال متروک ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان محققین کا دعویٰ مذکورہ بے اصل اور ناقابل التفات ہے۔ لہذا عرف عام میں لفظ خطا اور غلطی کا دوسرے تمام معانی میں استعمال متروک ہونے پر ثبوت پیش کرنا تمام معترضین پیر صاحبان اور ان کے معاونین محققین پر قرض اور فرض ہے اور تاحیات رہے گا۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قلم پیدا ہی نہیں کیا جو اس دعویٰ کا حقیقت واقعہ ہونا

ثابت کر سکے۔ دھاندلی اور چالاک کی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ اگر زبان اور قلم حق کا اعتراف کرنے سے محروم نہ ہو اور انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو اس مسئلہ کے واضح ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے، اس لیے کہ پاکستانی اردو محاورات اور مکالمات میں معمولی غور کرنے سے ہر صاحب عقل و خرد کے لیے واضح ہو جاتا ہے کہ عرف عام میں لفظ خطا بمعنی ضدِ صواب اور نقیض صواب (یعنی بمعنی نادرست) بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے ایسے ہی لفظ غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی اور متنازعہ الفاظ میں بھی یہی معنی مراد و مقصود ہے، تو اس معنی میں استعمال متروک ہونے پر ثبوت پیش کرنا تو درکنار کوئی صاحب عقل و خرد بقائمی ہوش و حواس اس کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن حیرت ہے معترضین پیر صاحبان اور ان کے محققین کی دلیری پر جو اس جھوٹے دعوے کی بنیاد پر تکفیری فتویٰ دیئے جا رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ کیا اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کی فکر ختم ہو گئی ہے؟

لفظ خطا اور غلطی عرف عام میں معصیت اور گناہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی بکثرت بولا جاتا ہے مثلاً فلاں طالب علم نے (منزل یا سبق یا سبقی میں) پانچ غلطیاں کی ہیں۔ مریض نے دوا کی خوراک بروقت نہ کھائی اور اسے تکلیف ہو گئی تو معالج کہتا ہے: تو نے غلطی کی ہے۔ کسی شخص کا موقف اگر درست نہیں ہے تو کہتے ہیں وہ خطا پر ہے یعنی اس کا موقف صواب اور درست نہیں ہے ایسے ہی غلطی بمعنی غلط فہمی بھی بکثرت مستعمل ہے بلکہ عرف عام میں صرف خلافِ مصلحت امر پر بھی بعض اوقات خطا اور غلطی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

جب لفظ خطا اور غلطی پاکستانی محاورات اور عرف عام میں متعدد معانی کے لیے بولے جاتے ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے تو ان محققین کی بنیادی وجہ اعتراض ہی بے بنیاد ثابت ہوئی تو اس پر مبنی گستاخی ثابت کرنے کا فتویٰ بھی بے اصل اور غلط ہوا، جس سے توبہ اور

رجوع کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اخلاص کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جیسے علانیہ غلط فتویٰ دیا ہے ویسے ہی تقریری و تحریری رجوع اور توبہ کر کے شریعت مطہرہ کی اتباع کا علمی ثبوت پیش کریں۔

اللهم اهدنا الصراط المستقیم

کیا متنازعہ الفاظ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی گئی ہے؟

الجواب:

و بالله التوفیق: حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اہل سنت کے اس فاضل جلیل نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف درحقیقت اجتہادی خطا کی نسبت کی ہے اس لیے کہ مربوط کلام میں سیاق و سباق کو ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ صرف بات اتنی ہے کہ ان کے الفاظ میں خطا کے ساتھ اجتہادی کا لفظ صراحتاً مذکور نہیں ہے البتہ سیاق و سباق سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اجتہادی خطا ہی مراد ہے، مطلق خطا کی نسبت قطعاً نہیں کی۔ معترضین نے غلطی سے اسے مطلق خطا کی نسبت کرنا قرار دے دیا ہے۔ خطا کا لفظ بولنے سے اس کے معنی و مدلول کا مطلق خطا ہونا لازم نہیں ہے جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے، راقم الحروف اس کی کچھ وضاحت کر دیتا ہے۔

تمہیدی اصولی کلمات و مسلمات:

(۱) لفظ دال ہوتا ہے اور معنی مدلول، لفظ عنوان اور تعبیر ہے اور معنی معنوں اور معرعنہ۔

اس اصل اور ضابطہ کے مطابق اس مسئلہ میں لفظ خطا اور لفظ غلطی، عنوان اور تعبیر

ہے اور اس کا معنی و مدلول، معنوں اور معرعنہ ہے۔

(۲) کسی ذات کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرنے کا مطلب، لفظ خطا اور لفظ غلطی (جودال، تعبیر اور عنوان ہے) کی نسبت کرنا نہیں ہے، بلکہ لفظ خطا اور لفظ غلطی کے معنی و مدلول، معنوں اور مبرعہ یعنی فعل خطا اور غلطی کی نسبت کرنا مراد ہوتا ہے۔

(۳) لفظ خطا اور لفظ غلطی عبارت اور الفاظ میں مطلق بولنے سے ان کے معنی و مدلول یعنی فعل خطا اور غلطی کا مطلق خطا اور مطلق غلطی ہونا لازم نہیں ہے، اس لیے کہ اگر مربوط کلام میں لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہوں لیکن سیاق و سباق یا دوسرے دلائل سے ان کا معنی و مدلول متعین ہو جائے تو اس صورت میں لفظ خطا اور غلطی کا معنی اور مدلول، مطلق خطا نہیں ہے بلکہ معین خطا ہے۔

اور اگر لفظ خطا اور غلطی کا معنی و مدلول سیاق و سباق یا دیگر دلائل سے متعین نہ ہو تو اس صورت میں لفظ خطا اور غلطی کا معنی و مدلول مطلق خطا اور مطلق غلطی ہے جس کی متعدد اقسام و اصناف میں سے کوئی بھی متکلم کی مراد ہو سکتی ہے اس لیے اس مطلق خطا اور غلطی کا مصداق اور محمل بغیر دلیل کے خطائے معصیت، گناہ اور جرم قرار دینا بھی غلطی ہے۔

أقول وبالله التوفيق:

جب یہ تمام امور اہل علم کے نزدیک حقائق و واقعیہ اور مسلمات سے ہیں، نسبت لفظ خطا اور غلطی کی نہیں بلکہ اس کے معنی و مدلول کی مقصود ہوتی ہے اور کسی ذات کی طرف خطا کی نسبت کرنے میں لفظ خطا اور غلطی اگر مربوط کلام میں واقع ہوں اور سیاق و سباق سے ان کا معنی و مدلول متعین ہو جائے تو یہ کہنا کہ اس ذات کی طرف مطلق خطا اور غلطی کی نسبت کی گئی ہے، سنگین غلطی ہے اس لیے کہ اس ذات کی طرف نسبت لفظ خطا کی نہیں کی جو مطلق مذکور ہے بلکہ اس کے معنی اور مدلول کی نسبت کی ہے اور وہ سیاق و سباق سے متعین اور مقید ہو چکا ہے

لہذا معترضین حضرات کی بنیادی وجہ اعتراض اور اس پر اصرار کہ ڈاکٹر صاحب نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کی ہے معترضین کی سراسر غلطی ہے اس لیے کہ محترم ڈاکٹر صاحب زید مجہد کے کلام میں اگرچہ لفظ خطا اور غلطی مطلق مذکور ہے اس کے ساتھ اجتہادی کی قید کی صراحت لفظوں میں نہیں ہے لیکن نسبت لفظ خطا اور لفظ غلطی کی نہیں کی بلکہ اس لفظ کے معنی و مدلول کی نسبت کی ہے اور وہ سیاق و سباق سے متعین اور مقید ہو چکا ہے کہ اجتہادی خطا مراد ہے اور متکلم کی طرف سے اپنی مراد کی توضیحات اس پر مستزاد ہیں۔ واللہ الحمد

ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ حقائق و واقعیہ اور مسلمات سے توجہ ہٹ جانے اور غلط فہمی کی وجہ سے معترضین حضرات خلطِ بحث کا شکار ہیں کہ لفظ خطا اور غلطی مطلق بولنے کو مطلق خطا اور مطلق غلطی کی نسبت کرنا قرار دے رہے ہیں اگرچہ لفظ خطا اور غلطی کا مدلول و معنی سیاق و سباق سے متعین ہو چکا ہے اور نسبت اس کی کی گئی ہے نہ کہ لفظ خطا کی۔ تعجب ہے ان محققین کے معیار تحقیق پر، اس لیے کہ جب لفظ خطا مطلق بولنے سے اس کا مدلول و معنی، مطلق خطا ہونا لازم ہی نہیں ہے اور اس جگہ اس کا متعین خطا ہونا بھی سیاق و سباق سے واضح ہو چکا ہے تو اس صورت میں مطلق خطا کی نسبت کرنے اور پھر اس کو بنیادی وجہ اعتراض بنا کر اس پر تکفیری فتویٰ دینے کا از روئے شرع کیا جواز ہے؟ کیا شریعت مطہرہ معترضین کے ذوق اور جذبات اور خواہش نفس کی موافقت کی پابند ہے؟

نعوذ بالله من ذلك ولا حول ولا قوة الا بالله۔

شبہ:

ہم نے جب امکان خطا میں آگے اجتہادی کی وضاحت کی تو لوگ کہتے ہیں بولتے ہوئے تو مطلق خطا کہہ رہے تھے اب خطا اجتہادی کہہ رہے ہو اس پر معترضین نے لکھا: اس وضاحتی بیان سے ہمیں کچھ نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے ہمارے موقف کی صحت پر کچھ اثر پڑتا ہے کیونکہ اصل موضوع بحث خطا اجتہادی ہے ہی نہیں بلکہ اصل موضوع مطلق خطا اور غلطی کی نسبت ہے جو انہوں نے اپنے متنازع بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف کی ہے، اور پھر خطا اجتہادی مراد نہ ہونے کی متعدد وجوہ نقل کی ہیں۔ ان محققین کے نزدیک سب سے اہم یہ ہے کہ لفظ خطا اور غلطی پاکستانی عرف میں بُرے معنی کے لیے متعین ہیں لہذا اس سے اجتہادی خطا مراد نہیں ہو سکتی۔

الجواب:

وبالله التوفیق:

خطا اجتہادی مراد نہ ہونے کا رکن اعظم ان محققین کی بیان کردہ بنیادی وجہ اعتراض ہے جس کی حقیقی صورتحال ہم نے خوب واضح کر دی ہے کہ یہ دعویٰ سراسر باطل اور مردود ہے کہ مطلق لفظ خطا اور غلطی بولا جائے اور اس کے ساتھ اجتہادی کی قید مذکور نہ ہو تو وہ مطلقاً بُرے معنی، گناہ اور جرم کے لیے متعین ہے ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ لفظ خطا اور غلطی محاورات اور مکالمات میں متعدد معانی کے لیے مستعمل ہیں جبکہ اس فاضل کے کلام میں خطا اجتہادی مراد ہونا سیاق و سباق سے بھی ثابت ہے، تو اس رکن اعظم کے زمین بوس ہونے کے بعد متنازعہ الفاظ میں خطا اجتہادی مراد ہونے سے انکار کا شرعی اور اصولی کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ لہذا اس انکار سے توبہ، رجوع اور قبول حق ان حضرات پر لازم اور ضروری ہے۔

شبہ:

خطا اجتہادی کی تاویل انہیں کچھ مفید نہیں کیونکہ خطا اجتہادی کی پیوند کاری انہوں نے اپنے متنازعہ بیان سے تین ماہ کے بعد کی ہے جس کا خود انہیں بھی اقرار ہے۔

الجواب:

خطا اجتہادی کی تاویل نہیں ہے بلکہ توضیح ہے اور شرعاً معتبر اور مقبول ہے اور ان کے لیے عند اللہ تعالیٰ یقیناً مفید ہے اور شریعت مطہرہ کی اتباع کرنے والوں کے نزدیک بھی معتبر اور مقبول ہے، البتہ جنہوں نے اس مسئلہ میں حق بات کو ماننا ہی نہیں ان کے نزدیک واقعی مفید نہیں ہے انہوں نے تو اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بھی گستاخی قرار دے دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ لہذا اگر ابتداء ہی صراحت کرتے اور اجتہادی خطا پر ہونا قرار دیتے تب بھی ان محققین کا فتویٰ یہی ہوتا کہ گستاخی کی ہے، نعوذ باللہ من ذلك۔

باقی رہا تین ماہ کے بعد وضاحت کرنے پر اعتراض، تو گزارش ہے کہ یہ بات تو معترضین کے خلاف تھی جسے چالاکی سے انہوں نے اپنی دلیل بنا لیا۔ اگر خطا اجتہادی کی پیوند کاری تین ماہ کے بعد کی ہے تو کیا اس مدت تک یہ تمام محققین سوئے ہوئے تھے؟ یہ خطابات بند کمرے میں خلوت میں نہیں ہوئے بلکہ پہلا بیان لاہور جیسے شہر میں عظیم اجتماع میں ہوا ہے اور دوسرا گجرات کے ایک قصبہ میں جم غفیر میں ہوا تھا اور انٹرنیٹ پر بھی تھے۔ تین ماہ تک اہل سنت اور مخالفین بھی سنتے رہے اس کے بعد اچانک یہ کلمات توہین اور گستاخی بن گئے اور تین ماہ کے بعد وضاحت کرنے کا جواب ہر صاحب فہم سلیم پر واضح ہے کہ اس مدت تک کسی وضاحت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی پھر جب متکلم کی مراد کے خلاف اس کا مطلب بیان کیا گیا تو انہوں نے وضاحت کر دی کہ اس سے مراد اجتہادی خطا ہے۔ اسے پیوند کاری قرار

دینا کون سے شرعی اصول کی بنیاد پر ہے؟

رہا اس بات کا اقرار کہ اس مدت کے بعد وضاحت کی گئی ہے تو یہ صاحب کلام کی صاف گوئی ہے نہ کہ اقرارِ جرم، جیسا کہ معترضین تاثر دینا چاہتے ہیں۔ اور متنازعہ بیانات میں خطا کے لفظ کے ساتھ اجتہادی کا لفظ صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہونا اس کی نیت اور ارادہ ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اور معترضین کا یہ دعویٰ کہ اجتہادی کی طرف کوئی خفیف سا اشارہ بھی نہیں ہے، اُن کی سنگین غلطی ہے، اس لیے کہ اجتہادی خطا مراد ہونا سیاق و سباق اور دوسرے دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اور مولانا نے جو کہا ہے کہ اجتہادی خطا کی نیت سے مطلق خطا بولنا درست ہے تو لفظ خطا مطلق بولنے کی بات کی ہے اور وہ بھی اجتہادی کی نیت سے نہ کہ مطلق خطا کی نیت سے، جبکہ لفظ خطا مطلق بولنے سے اس کے معنی و مدلول یعنی فعل خطا کا مطلق ہونا لازم نہیں ہے (اس کا مفصل بیان اسی تحریر میں آچکا ہے)۔

اور نسبت لفظ خطا کی نہیں کی جاتی بلکہ اس کے معنی اور مدلول کی، کی جاتی ہے۔ مطلق خطا کی نسبت انہوں نے نہ کی ہے اور نہ ہی اس کو درست کہا ہے تو گستاخی کا ارتکاب کیسے ہو گیا؟ جبکہ مطلق خطا کا مصداق علی الاطلاق خطائے معصیت قرار دینا اگرچہ سیاق و سباق اور دوسرے دلائل و قرائن اس کے خلاف ہی ہوں سراسر تحکم اور سینہ زوری اور افتراء اور بہتان بھی ہے اور اس صورت میں علی الاطلاق تو بین اور گستاخی اور کفر ہونے کا فتویٰ لگانا شریعت مطہرہ پر بھی افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے تو بہ فرض ہے۔

شبہ:

عصمت کے منافی اجتہادی خطا نہیں ہوتی بلکہ خطا معصیت ہوتی ہے اور چونکہ

متنازعہ الفاظ عصمت کی نفی کے ضمن میں بولے گئے ہیں لہذا اس جگہ اجتہادی خطا کی نیت ممکن ہی نہیں ہے اس لیے یہ پیوند کاری ہے۔ نیز دور حاضر میں اجتہادی خطا کی نسبت بھی صحابہ کرام کی توہین ہے۔

جواب:

یہ حقیقت ایک طالب العلم کے لیے بھی واضح ہے کہ مقصود جب شیعہ اور روافض کے عقیدہ کا ابطال ہے اور ان کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے تو اجتہادی خطا کی نسبت بر محل اور درست ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ واضح ترین حقیقت پیر صاحبان اور اُن کے محققین کی سمجھ میں کیوں نہیں آرہی؟ اور دور حاضر میں کسی صحابی کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کو توہین قرار دینا ان محققین کی دوسری سنگین غلطی ہے۔ اس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے کہ یہ حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے۔

شبہ:

خطا اجتہادی کا عوامی سطح پر تکرار عوام کے لیے گمراہی اور فساد ایمان کا باعث ہے۔

جواب:

جب جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے معترضین کی کرم فرمائی عوامی سطح پر ہو رہی تھی تو جوابی کارروائی بھی اُنہی ذرائع ابلاغ کے ساتھ ہوتی رہی۔ عوامی سطح پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا بہتان عظیم لگانا ان محققین کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے اور مولانا کا اپنے موقف کی وضاحت کرنا قابل اعتراض ہو گیا، کیسا انصاف ہے؟

نیز پہلے تو چودہ صدیوں سے ایسے مسائل میں بعض حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان

کی طرف اجتہادی خطا کی نسبت کرنا بد عقیدگی سے بچنے کا ذریعہ تھا اور اب نئی تحقیق آگئی کہ یہ وضاحت گمراہی اور فسادِ ایمان کا باعث ہے۔

لا حول ولا قوة الا بالله ونعوذ بالله من ذلك۔

اور یہ کہنا کہ ”خود ان کے حسب تصریح متنازعہ الفاظ کے بولتے وقت ان کا انداز بیان واقعی جارحانہ تھا،“۔

ان محققین کی اس دلیری پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شبہ:

عربی عرف میں لفظ خطا بڑے معنی کے لیے متعین نہیں جبکہ یہاں کے عرف میں متعین ہے۔

جواب:

جب ان محققین نے اردو کتب لغات سے لفظ خطا اور غلطی کے متعدد معانی بقلم خود نقل کیے ہیں اور برصغیر کے محاورات و مکالمات میں متعدد معانی میں لفظ خطا اور غلطی مستعمل و مروج بھی ہیں جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے تو اس کے باوجود ان محققین کا یہ دعویٰ ایک حقیقت و واقعہ کا انکار ہے جس کو درست تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں تو یہ دھاندلی خطا اجتہادی مراد ہونے سے مانع کیسے ہو سکتی ہے؟

ٹھوس دلائل سے گستاخی ثابت کرنے کے دعویٰ کی حقیقت:

ان محققین نے تحکم و سیدہ زوری اور شرعی اصول کی مخالفت اور اپنے ذوق کی تکمیل اور دھاندلی کا نام ٹھوس دلائل رکھا ہے اس کا ایک منظر ملاحظہ کریں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

بائیں ہمہ موصوف کے مذکورہ وضاحتی بیان کے بعد ہمیں اس حد تک مان لینے میں کچھ باک نہیں ہے کہ اس متنازع تقریر میں خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے کیونکہ ایک تو حسب بیان امام راغب ”هذه اللفظة مشتركة الخ“ اس میں اس کی گنجائش ہے کہ اس کا ایک معنی خطا اجتہادی بھی ہے۔

دوسرا یہ شرعی اصول بھی ہے کہ جب کسی غیر معروف بالسوء صحیح العقیدہ اور صالح سنی سے حادثاتی طور پر اس جیسے الفاظ صادر ہو جائیں تو ان کو حتی الوسع محمل حسن ہی پر رکھا جائے گا حتی کہ کفری احتمالات بھی ہوں تو اس میں موجود ایمانی پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی قدس سرہ کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں، بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے (تا آخر)

(فتاویٰ رضویہ جلد 29 ص 224 مسئلہ نمبر 5 طبع رضا فاؤنڈیشن)

نیز ارقام فرماتے ہیں کہ: فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیح ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگرچہ کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں، خیال میں نہ لائیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص 317۔ نیز جلد 15 ص 236 و 256 نحوہ طبع مذکور)

(تا)

خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کے وضاحتی بیانات سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں مذکور لفظ خطا سے مراد خطا اجتہادی ہے جو جرم نہیں، جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے جس کے جواز کے وہ اب بھی قائل ہیں (تا)

بناءً علیہ ہمارا اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ و رجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے جب کہ لفظ ”غلطی“ کے حوالہ سے ان پر اعتراضات مستزاد ہیں۔ (بلفظ)

الجواب:

أقول وبالله التوفيق: عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کر لیں کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہے؟ جب ان محققین نے بقلم خود ان حقائق کا اقرار کر لیا ہے کہ لفظ خطا مشترک ہے اس کے معانی متعدد ہیں اور متنازع تقریر میں خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے اور جب شرعی اصول بیان کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے شیخ الاسلام ابن حجر مکی قدس سرہ العزیز کا ارشاد بھی نقل کر چکے ہیں کہ:

یادر ہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے۔

نیز امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے یہ بھی بقلم خود تحریر کر چکے:

فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیح ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں، خیال میں نہ لائیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

اور خلاصہ کی صورت اس حقیقت کا اقرار بھی کر لیا کہ:

”خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب کے وضاحتی بیانات سے اتنا واضح ہوتا ہے کہ ان کی متنازع تقریر میں مذکور لفظ خطا سے مراد خطا اجتہادی ہے جو جرم نہیں،۔۔۔ اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا ”جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے (تا) بناءً علیہ ہمارا

اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ و رجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے،۔۔۔

أقول: لا حول ولا قوة الا بالله: جب تسلیم کر چکے کہ خطا سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہے (جس کی نسبت کرنا گستاخی ہرگز نہیں ہے) جب اس کا بھی اعتراف اور اقرار ہے کہ شرعی اصول بھی ہے کہ ایسی صورت میں لفظ کو حتی الوسع محمل حسن ہی پر رکھا جائے گا ایمانی پہلو کو ترجیح دی جائے گی اور بحکم قرآن اسے معنی حسن پر حمل کریں گے۔ جب یہ بھی معلوم ہے کہ فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف ترین تاویل ہو سکے جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر ہوں خیال میں نہ لائیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

جب شرعی اصول کے مطابق متنازعہ الفاظ کے بارے میں حکم شرع یہ ہے کہ اسے محمل حسن: خطا اجتہادی پر رکھیں بحکم قرآن اسے معنی حسن (اجتہادی خطا) پر حمل کریں اور فرض قطعی ہے کہ حکم اسلام کی طرف جائیں لیکن ان محققین کی شرعی بصیرت دیکھیں کہ بقلم خود شرعی اصول اور ائمہ کرام کے ارشادات نقل کرنے اور خلاصہ یہ کہ جلالی صاحب تا آخر بیان کرنے کے باوجود لکھ دیا ”جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض، تا آخر یعنی بے شک شرعی اصول یہی ہے جو ہم بقلم خود نقل کر چکے ہیں لیکن پھر بھی ہم اپنی ضد پر پکے ہیں۔ ہم اسے بحکم قرآن معنی حسن اور محمل حسن (اجتہادی خطا) پر حمل نہیں کرتے اور ہم فرض قطعی حکم اسلام کی طرف ہرگز نہیں جاتے ہم بالفرض اگر ہزار احتمال بھی ہوں جو جانب کفر جاتے ہوں ان کو خیال میں نہ لانے کے حکم کے برعکس اس جگہ کوئی احتمال کفر نہ ہونے کی وجہ سے تحکم اور سیدہ زوری سے حکم کفر لگائیں گے۔ چنانچہ لکھا: ”جب کہ ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے۔۔۔۔۔ بناءً علیہ ہمارا اعتراض تا حال جوں کا توں قائم اور ان پر توبہ و

رجوع کا حکم حسب سابق صحیح اور باقی ہے۔۔۔

أقول: انا لله وانا اليه راجعون۔ شرعی اصول، حکم قرآنی، فرض قطعی کا کیسا احترام ہو رہا ہے؟ شریعت مطہرہ کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك ولا حول ولا قوة الا باللہ۔ بقلم خود لکھا ہے کہ حسب بیان امام راغب ”هذه اللفظة مشتركة“ کہ لفظ خطا مشترک ہے، اس کا ایک معنی خطا اجتہادی بھی ہے۔ اس کے باوجود کہتے ہیں: ”ہمارا ان پر اصل اعتراض مطلقاً خطا کی نسبت کرنے پر ہے، تا آخر۔

یاد رہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ وسلمہ ربہ تعالیٰ کے متنازعہ الفاظ سیاق و سباق کی روشنی میں شرعی اصول کے مطابق حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی اور کفر ہونا تو درکنار فسق ہونا بھی کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا، اور جو لوگ ایسے فتوے لگا رہے ہیں وہ شریعت مطہرہ کا جو احترام کر رہے وہ اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے جس کا ایک منظر ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں کہ وہ لوگ اپنے ذوق اور جذبات ہی کو حکم شرع قرار دے رہے ہیں۔ جب مولانا نے بولا ہی لفظ مشترک ہے جس کا ایک معنی خطا اجتہادی ہے جو ان کی مراد ہے اور سیاق و سباق سے خوب واضح ہے تو پھر اس اعتراض کا کیا جواز ہے کہ انہوں نے مطلق خطا کی نسبت کی ہے یا مطلقاً خطا کی نسبت کی ہے؟

اور اگر بالفرض مطلق خطا کی نسبت کی جاتی تو اس کے متعدد معانی ہیں خطا معصیت پھر بھی متعین نہیں ہے۔ عرف اور محاورات میں یہ لفظ متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارباب علم و دانش پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ان محققین نے تحکم اور شرعی اصول کی خلاف ورزی کو ناقابل تردید ٹھوس دلائل کا نام دے کر متنازعہ الفاظ کو من حیث الاصل گالی قرار دے کر کفر قرار دے دیا اور پھر کچھ اکابر

اسلاف کرام کے نام بھی لکھ دیئے کہ یہ حکم کفران کے حسب ارشادات ہے۔

نعوذ باللہ من ذلك۔

سوال یہ ہے کیا خطا بمعنی ضد صواب اور خطا اجتہادی اور غلطی بمعنی نادرستی اور غلط فہمی ان الفاظ کا اصلی معنی نہیں ہے؟ کیا برصغیر میں مذکورہ معانی میں ان الفاظ کا استعمال نہیں ہے؟ جب یہ اصلی معنی ہے اور مراد بھی یہی ہے تو معنی مقصود کے خلاف محض سینہ زوری سے اسے من حیث الاصل مطلقاً گالی قرار دینا اور پھر اس پر کفر ہونے کا حکم صادر کرنا اور اسے اکابر کے حسب ارشادات قرار دینا کیا یہ شرعی اصول پر عمل ہو رہا ہے؟ کیا یہ حکم شرعی صادر کیا جا رہا ہے؟ انا لله وانا اليه راجعون۔

ان محققین کے ٹھوس دلائل کی ایک اور جھلک ملاحظہ کریں:

چنانچہ رقمطراز ہیں:

پس متوجہ کرنے پر جلالی صاحب نے چونکہ اپنے وضاحتی بیانات میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ ان کے بولے گئے الفاظ میں خطا سے ان کی مراد جرم، گناہ اور معصیت اور اس کے کوئی بُرے معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد خطا اجتہادی ہی ہے جو شرعاً مجتہد کے حق میں موجب اجر ہوتی ہے اس لیے یہی کہا جائے گا کہ ان کے متنازعہ کلام میں خطا سے خطائے معصیت مراد لینا ان کے وضاحتی بیان کے قطعاً خلاف، اس کے بالکل منافی اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ، ہے۔ (بلفظ)

اس اعتراف و اقرار کے باوجود ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا:

لیکن چونکہ یہ الفاظ ان سے صادر ہوئے ہیں جس سے ان سے نادانستہ سوء ادبی کا ارتکاب ہو گیا ہے اس لیے تو بہ و رجوع کا حکم ان پر بہر حال باقی ہے۔

بالفاظ دیگر ان کی وضاحت کے بعد یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے دانستہ اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا مگر اس سے نادانستہ ارتکاب جرم کا حکم ختم نہیں ہو جائے گا جیسے کوئی کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ ایک ہے مگر بے توجہی اور بے خیالی میں زبان سے نکل گیا یہ کہ معاذ اللہ ایک نہیں ہے تو ظاہر ہے اس صورت میں اگرچہ اس کے کافر ہونے کا حکم نہیں لگے گا مگر قول کفر ہی رہے گا اور پتہ چلنے پر توبہ بہر صورت لازم ہوگی اور ڈٹ جانا ہرگز روا نہیں ہوگا۔ (بلفظ)

الجواب:

أقول وبالله التوفيق:

جب اس فاضل محترم نے لفظ مشترک بولا ہے اور کسی برے معنی کی نیت سے ہرگز نہیں بولا بلکہ ان کی مراد اجتہادی خطا ہے جس میں گستاخی اور سوء ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہے اور اس امر کا ان محققین کو بھی اعتراف ہے کہ خطائے معصیت مراد لینا اس فاضل کے وضاحتی بیانات کے قطعاً خلاف اور بالکل منافی اور ان کے قول کا ایسا مطلب بتانا ہے جسے وہ قطعاً پسند نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود ان محققین کا یہ کہنا: لیکن چونکہ یہ الفاظ ان سے صادر ہوئے ہیں تا آخر۔

أقول: لا حول ولا قوة الا بالله: کیا یہ شرعی حکم بیان کیا جا رہا ہے؟

یہ حکم شرع نہیں ہے البتہ شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان ضرور ہے۔

کوئی شرعی اصول کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے کہ ان سے نادانستہ سوء ادبی کا ارتکاب ہو گیا ہے جس کا حکم شرعی کفر ہے اس سے توبہ اور رجوع کا حکم ان پر بہر حال باقی ہے؟ اور پھر اس کی مثال یہ بیان کرنا: جیسے کوئی یہ کہنا چاہتا تھا کہ اللہ ایک ہے، تا آخر، دوسرا ظلم ہے۔ یہ قول کہ: اللہ ایک نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ کیا اس کے متعدد معانی ہیں؟ کیا اس

کا کوئی ایسا معنی بھی ہے جس میں سوء ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہے؟

لا حول ولا قوة الا بالله۔

یہ قول بہر صورت فی نفسہ قطعی کفر ہے۔ بے خیال سے کہے یا توجہ سے کہے۔ جو اسے کفر نہ جانے وہ قطعی کافر ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا بعد میں اُسے کفر نہ جانے، وہ قطعی مرتد ہے، اس کے لیے مرتدین کے تمام احکام ثابت ہو چکے۔

کیا مطالبہ فدک میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت اجتہادی خطا کی نیت سے یہ کہنا کہ: خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں اور ”يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمُ الْآيَةِ“ سے استدلال کی نسبت یہ کہنا: اگر یہ دلیل پیش کی تھی تو بھی معصوم نہیں تھیں غلطی ہوگئی (یعنی غلط فہمی ہوگئی)۔ یہ دلیل پیش کرنا درست نہیں تھا)

کیا یہ الفاظ بھی قطعی کفر ہیں؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ یا کم از کم کیا ہر صورت میں یہ سوء ادبی اور توہین و گستاخی ہیں اور ان کا حکم کفر ہے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیا یہ الفاظ اچھے معنی کی نیت سے بھی بالا راہہ بولنے سے نادانستہ ارتکاب جرم ہو جائے گا اور وہ بھی کفر؟ لا حول ولا قوة الا بالله و نعوذ باللہ من ذلك۔ شریعت مطہرہ کا کیسا احترام ہو رہا ہے؟

کیا شریعت مطہرہ پیر صاحبان اور ان کے محققین کی خواہش نفس کے تابع ہے کہ جس قول کو پسند نہ کریں وہ کفر قرار پائے گا؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ اور پھر اس پر لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں عبارات علماء اعلام فٹ کرنا تیسرا ظلم ہے۔

سوال یہ ہے کہ متنازعہ الفاظ کا اس نیت سے بولنا جس سے اس فاضل محترم نے بولے ہیں، اس سے کفر کیسے لازم آتا ہے کہ متوجہ کرنے کے باوجود توبہ نہ کرنے کی صورت

میں التزام کفر بن جائے گا؟

پیر صاحبان اور ان کے محققین سے گزارش ہے کفر تو درکنار شرعی اصول کے مطابق لزوم فسق ہی ثابت کریں تو فاضل محترم کو لزوم فسق سے توبہ کرنے میں بھی عذر نہیں ہوگا۔ لیکن یاد رکھیں نہ کوئی ثابت کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا کیونکہ جو امر حکم شرعی قطعی کے لوازم سے ہے وہ شریعت مطہرہ میں لزوم فسق کا سبب کیسے ہو سکتا ہے؟ پیر صاحبان اور ان کے محققین قائل کی طرف سے وضاحت کے باوجود ان الفاظ کو محض سینہ زوری سے کفر قرار دے رہے ہیں جو درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے توبہ کرنا ان تمام پر فرض ہے۔

ٹھوس دلائل کا تیسرا نمونہ ملاحظہ کریں:

ان محققین کی بے اصولی اور سینہ زوری پر دلیری اور جرأت دیکھیں چنانچہ رقمطراز ہیں: (لفظ خطا کے دورخی ہونے کے حوالہ سے استدلال)

اس سے قطع نظر اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مطلق خطا کے مشترکہ المعانی مان لینے کی صورت میں یہ لفظ دورخی الفاظ سے قرار پائے گا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق رکھنے والے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے متعلق پہلو دار اور دو رخی الفاظ (جن کا توہین یا سبب توہین ہونا معلوم ہو، ان) کا بولنا شرعاً حرام ہے جس کی ایک مثال رَاعِنًا کے الفاظ ہیں جو دوران خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر کرم حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بولتے تھے کہ حضور! ہماری رعایت فرمائیں یعنی سرکار! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیں تاکہ ہم اچھی طرح سمجھ لیں۔

یہود کی زبان میں یہ لفظ ایک بُرے معنی میں مستعمل تھے انہوں نے موقع سے

ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے گالی دینے کی غرض سے یہ الفاظ بولنے شروع کر دیئے جس پر صحابہ کرام کو بہت رنج پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ شریف کی آیت نمبر 104 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنًا وَقُوْلُوْا اِنْظُرْنَا الْاٰيَةَ نازل فرما کر اس پر پابندی عائد فرمادی اور اس کی جگہ ”اِنْظُرْنَا“ کہنے کا حکم فرمایا یعنی حضور ہم پر نظر کرم فرمائیں۔ (بلفظہ)

الجواب:

أقول وبالله التوفيق: جب ان محققین نے مطلق خطا کو مشترکہ المعانی الفاظ سے مان لیا اور یہ لفظ دورخی الفاظ سے قرار پایا اور اسے ”رَاعِنًا“ کی مثال قرار دیا۔ اس سے تو مسئلہ حل ہو گیا اس کے بعد اس فاضل محترم پر گستاخی کے فتوے لگانے اور توبہ و رجوع کا مطالبہ کرنے کا شرعی جواز ہی باقی نہ رہا اور بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ فتوے بے اصولی اور سینہ زوری پر مبنی ہیں نہ کہ شرعی اصول پر۔

اس لیے کہ جب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان لفظ ”رَاعِنًا“ کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے مخاطب ہوتے تھے اور یہ صرف ایک بار نہیں ہوا بلکہ کتب مذہب مہذب سے واضح ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سننے کے دوران جب ضرورت محسوس ہوتی یہ کلمہ بولتے تھے یعنی بارہا مرتبہ ایسا ہوا، جب کہ یہود کی زبان میں یہ لفظ بُرے معنی کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا تو اس معنی کی نیت سے ان کے بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس لفظ کے بولنے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو منع فرمادیا اور اس کی جگہ ”اِنْظُرْنَا“ کہنے کا حکم دیا اس حقیقت سے پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اختلاف کرنے کا شرعی کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ بقلم خود اس کا اقرار کر چکے ہیں اور کتب تفاسیر و احادیث میں تصریح بھی ہے

تو اب ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہ نبوی میں یہ لفظ اچھے معنی کی نیت سے بارہا مرتبہ بول چکے تھے پھر بوجہ مذکور اللہ تعالیٰ جل وعلا نے ان حضرات کو بارگاہ نبوی میں اس لفظ کے بولنے سے منع تو فرمادیا لیکن کیا ان حضرات مخلصین کو گستاخی کا مرتکب بھی قرار دیا اور ان کے اس کلمہ بولنے پر کفر ہونے کا حکم لگایا اس لیے کہ: چونکہ یہ لفظ ان سے صادر ہوا ہے جس سے نادانستہ ان سے سوء ادبی کا ارتکاب ہو گیا، اس لیے توبہ اور رجوع کا حکم ان پر بہر حال باقی ہے۔ اس سے نادانستہ ارتکاب جرم کا حکم ختم نہیں ہو جائے گا؟ جیسا کہ یہ محققین اسے شرعی حکم قرار دے رہے ہیں۔

ان محققین کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ گستاخی کی نیت سے یہود کا یہ کلمہ بولنا بلاشبہ کفر تھا۔ کیا اچھے معنی کی نیت سے حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ کلمہ بولنا بھی کفر تھا؟ نعوذ باللہ من ذلك۔ کیا کائنات میں سے کسی مقدس ہستی کی بے ادبی حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کی بے ادبی سے بھی زیادہ سنگین ہو سکتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی غیور ہو سکتا ہے؟ کیا جو مالک الملک شریعت مطہرہ وضع کرنے والا ہے اس سے بڑھ کر تو درکنار اس کے برابر بھی کسی کو شریعت مطہرہ کا علم ہو سکتا ہے؟

ان پیر صاحبان اور ان کے محققین سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا کے کچھ تقاضے بھی ہیں ان کو ملحوظ رکھنا بھی فرض ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ ”رَاعِنًا“ لغت یہود میں سنگین گستاخی کا کلمہ ہونے اور اس بُرے معنی کی نیت سے ان کے بولنے پر حکم کفر لگانے کے باوجود حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اچھے معنی کی نیت سے بارہا مرتبہ یہی کلمہ بولنے پر کفر ہونے کا اور ان حضرات پر گستاخی کے مرتکب ہونے کا حکم ہرگز نہیں لگایا البتہ بارگاہ نبوی میں اس کے بولنے سے منع فرمایا ہے، تو حضرت

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات قدسیہ کے بارے میں کسی بُرے معنی کے ارادہ سے ہرگز نہیں بلکہ نیک نیتی سے اجتہادی خطا اور غلط فہمی اور ان کے موقف کے صواب اور درست نہ ہونے کے معنی کے ارادہ سے لفظ خطا اور غلطی بولنے پر حکم کفر اور قائل پر توبہ اور رجوع فرض ہونا کونسا اسلام ہے؟

یہ شریعت مطہرہ کا فیصلہ اور حکم نہیں ہے البتہ ان پیر صاحبان اور ان کے محققین کا شریعت مقدسہ پر قطعی اور یقینی افتراء اور بہتان ضرور ہے۔ اس لیے کہ اجتہادی خطا کی نیت سے لفظ خطا مطلق بولنا از روئے شرع ممنوع ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے بلکہ احادیث نبویہ اور علمائے اعلام وائمہ کرام کے کلام میں ایسے مواقع پر اس کا استعمال موجود ہے جو اس کے جواز پر واضح دلیل شرعی ہے۔ لہذا اجتہادی خطا کی نیت سے خطا کا لفظ بولنے کو گالی اور کفر قرار دینا اور قائل پر توبہ اور رجوع فرض ہونے کا حکم لگانا اور متوجہ کرنے کے باوجود توبہ اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں اسے التزام کفر قرار دینا، اور ایسے ہی اجتہادی غلطی اور غلط فہمی اور نادستی کی نیت سے غلطی کا لفظ بولنے پر یہی احکام صادر کرنا، اللہ تعالیٰ اور حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے اور شریعت خود گھڑنے کے مترادف ہے اور اپنی اس من مانی کو حکم شرعی قرار دینا اس کو شرعاً واجب العمل جاننا، پھر اس پر ضد اور اصرار کرنا بذات خود ظلم عظیم ہے۔ اسلام لوگوں کی خواہش نفس کے تابع نہیں ہے کہ جو ان کا ذوق ہو بس وہی شریعت ہو جائے گی۔

نعوذ باللہ من ذلك ولا حول ولا قوة الا باللہ۔

نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ کلمہ ”رَاعِنًا“ اگرچہ یہود کی لغت میں اس کا ایک معنی گستاخی والا تھا جو علیم وخبیر ذات اقدس (اللہ تعالیٰ) کو بلاشبہ معلوم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ لفظ بولنے سے شروع ہی میں منع نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کے بولنے پر معصیت ہونے کا کوئی حکم صادر فرمایا البتہ یہود کے بُری نیت سے بولنے کو کفر قرار دیا ہے جیسا کہ اہل علم کے لیے نظم باری تعالیٰ سے واضح ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بارگاہ نبوی میں اس کے بولنے سے منع فرمادیا۔

جبکہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے لفظ خطا بُرے معنی میں نہ کسی نے بولا اور ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہی کوئی بولے گا۔ اس کے باوجود خطا اجتہادی کی نیت سے بولنے پر حکم کفر صادر کرنا اور توبہ و رجوع فرض جاننا اور توبہ و رجوع نہ کرنے کی صورت میں التزام کفر کا فتویٰ دینا، یہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کا فیصلہ ہرگز نہیں بلکہ پیر صاحبان اور ان کے محققین کی خود ساختہ شریعت کا فیصلہ ہے۔

اکابر علماء کرام سے تحریری دلائل پر شرعی فیصلہ لینے کی دعوت:

شرع محمدی کی روشنی میں ان تمام لوگوں پر اپنے اس ظلم عظیم سے توبہ اور رجوع فرض ہے اور اگر اپنے اس فتویٰ کو درست یقین کرتے ہیں تو ہمارا چیلنج ہے کہ اس مسئلہ سے متعلقہ ہماری اور اپنی تحریرات پر اکابر علمائے اہل سنت سے تحریری فیصلہ کروائیں اور اگر فیصلہ کروانے کی رائے قبول نہ کریں اور نہ ہی اپنے فتویٰ سے رجوع اور توبہ کریں تو بفضلہ تعالیٰ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو چکا، کل قیامت کے دن ان لوگوں کا کوئی عذر نہیں ہوگا۔ اگر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے واقعی شرعی اصول پر مبنی فتویٰ دیا ہے تو پھر جرأت کا مظاہرہ کریں اور اکابر علماء کرام سے فیصلہ لیں۔ نیز اپنے متعلقین اور معتقدین حضرات کو اپنی تحریرات کے ساتھ ہماری تحریرات پڑھنے اور اپنے ایمان سے فیصلہ لینے کی تاکید بھی ضرور کریں جیسا کہ ہم تمام قارئین کو کہتے ہیں کہ ہماری تحریرات کے ساتھ ان محققین کی دھاندلی

ضرور پڑھیں تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ اتباع شرع کون کر رہے ہیں۔

اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

اور ہم پھر واضح کر رہے ہیں کہ ہمارا یہ چیلنج حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیہ کو گستاخی کا مرتکب قرار دینے والے تمام لوگوں کو ہے نہ اس سے کوئی جامعہ مستثنیٰ ہے اور نہ ہی کوئی آستانہ ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی مفتی اور محقق اور ڈاکٹر و مفکر۔

اسلام اور شریعت میں سینہ زوری اور دھاندلی کی اجازت کسی کے لیے نہیں ہو سکتی۔ اگر شریعت مطہرہ کا حوالہ دینا ہے تو شرعی اصول کی پابندی کرنا ہوگی اور اگر اپنے ذاتی احکام صادر کرنے ہیں تو ان کی موافقت کی پابندی دوسروں پر کیوں ضروری ہوگی؟ اور اس کا نام حکم شرعی رکھنے کا اختیار کیسے مل گیا؟ نیز اکابر علماء کرام سے تحریری دلائل پر تحریری شرعی فیصلہ اس اختلاف کے خاتمہ کے لیے ایک پروقا اور پائیدار حل ہے۔ اکابر علماء کرام سے فیصلہ کروانے سے متعلق ضروری گزارشات ”محفوظیت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا“ میں لکھ دی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شبہ:

جلالی صاحب کے اس اقدام سے نوجوان دھڑا دھڑ شیعہ بن رہے ہیں کہ سنی اس عقیدہ کے ہیں۔

جواب:

الحمد للہ تعالیٰ اہل سنت روشن عقیدہ پر ہیں اور اگر کوئی شخص اپنی کج فہمی کی وجہ سے روشن عقیدگی کو بدعقیدگی خیال کرتا ہے تو اس کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

اگر انصاف کا خون نہ کر دیا جائے تو معترضین کو اس امر کا اعتراف کرنا لازم اور ضروری ہے کہ نوجوانوں کے گمراہ ہونے کا اصل سبب ڈاکٹر صاحب کے بیانات ہرگز نہیں ہیں۔ ان کے بیانات ہزاروں لوگوں نے سنے، ان پر تین ماہ گزرے کسی نے گستاخی کرنے کا اعتراض نہیں کیا کیونکہ انہوں نے گستاخی کی ہی نہیں تھی۔ پھر جب کچھ پیر صاحبان اور ان کے ہم نوا مولوی صاحبان اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا ڈاکٹر صاحب پر بہتان عظیم باندھا اور اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو گستاخی اور توہین قرار دے دیا تو اس کے نتیجے میں اگر کچھ بے عقل نوجوان شیعہ ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو گستاخی کا نام دے کر بے عقل اور جاہل نوجوانوں کو عقائد اہل سنت اور علماء اہل سنت سے بدظن کیا ہے اور اگر ان محققین کو اس حقیقت کا اعتراف کرنے کی توفیق نہ ہو تو فکر نہ کریں کل قیامت کے دن ان کو تصدیق ہو جائے گی کیونکہ اس دن صرف انصاف ہوگا وہاں اُجالا ہو جائے گا کہ مسلک کو نقصان کس کی وجہ سے ہوا تھا؟

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلہ خطا میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض حضرات نے اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد لکھا:

اس تمام صورت حال سے جو نقصان ہوا وہ ناقابل تلافی ہے اور اگر کوئی بھی انصاف پسند درد مند، مخلص سنی غور کرے تو وہ مولانا اشرف جلالی کو اس جرم پر کبھی معاف نہیں کر سکتا کہ اُن کی باغ فدک کے مسئلہ پر بلا ضرورت بحث اور خاتون جنت سیدۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھلے لفظوں میں اصرار اور تکرار کے ساتھ خطا کا مرتکب قرار دینے اور غلطی پر ہونے کا

ذکر کرنے سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف انتہائی شرمناک انداز میں تبرا بھیجا گیا (تا) اور اس کی بنیاد بنی مولانا اشرف آصف جلالی دامت فیوضہم کا مخدومہ کائنات خاتون جنت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شان عظمت پناہ میں خطا اور غلطی کے الفاظ کو بے محابہ بولنا اور انتہائی مذموم جسارت کے ساتھ ان الفاظ کو سیدہ کائنات کے ساتھ منسوب کرنا اور غلطی کی نشاندہی کے بعد ڈٹ کر اپنی خطا کو صواب ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔

ہر درد مند سنی سیدنا صدیق اکبر کی شان میں شدید گستاخانہ تقاریر سن کر کرب میں مبتلا ہوا اور جب اسے پتہ چلا کہ اس کا سبب اہل سنت کے تبحر عالم دین حضرت مولانا اشرف آصف جلالی کی طرف سے سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کو خطا کار اور غلط کہنا ہے تو دوہرے کرب میں گرفتار ہوا کہ اب الزام کسے دیں اور غلط کسے کہیں اور دفاع کیسے کریں؟

الجواب:

عبارت منقولہ بغور ملاحظہ کر لیں گزارش ہے کہ حقائق کا تجزیہ کرنے میں انصاف پسندی کے اس معیار پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے تاہم اس پر کچھ تبصرہ کرنے کی بجائے ہم حقائق واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس امید پر کہ انصاف پسند، درد مند مخلص سنی حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے میں تاخیر نہیں کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، ملاحظہ کریں:

و باللہ التوفیق۔ نقصان واقعی ناقابل تلافی ہوا ہے۔ اسلام اور سنیت پر وہ ظلم ہوا جو ناقابل بیان ہے تبرا کے علاوہ اس دورانیہ میں کتنے ہی لوگ عقیدہ اہل سنت سے محروم ہو کر بدعقیدہ ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور نجانے کب تک ہوتے رہیں گے لیکن اس ناقابل

تلافی نقصان کا اصل سبب حضرت مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت فیوضہم القدسیۃ کا باغ فدک کے مسئلہ میں سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہنا: ”خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ قرار دینا سراسر انصافی ہے۔

اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونا قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے اور اس حکم شرعی قطعی پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کے خلاف موقف کو خطا جاننا، حق و صواب نہ جاننا شرعاً لازم اور ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اس حکم شرعی قطعی پر ایمان نہیں ہو سکتا جبکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک وغیرہ میراث نبوی کا مطالبہ کیا تو ان کا موقف اور مطالبہ اس حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور یہ آپ کی اجتہادی خطا تھی جو گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے اور مولانا محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ کے الفاظ کا مطلب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ کا فدک مانگنا اور اس کا تقاضا کرنا خطا تھا یعنی صواب اور درست نہیں تھا۔ خطا بمعنی غیر صواب اور نقیض صواب ہے، اس میں توہین اور گستاخی کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لیے کہ جب دلائل شرع سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ آپ کا فدک مانگنا اور مطالبہ میراث کرنا حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا تو اس کے خطا ہونے یعنی حق و صواب نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا از روئے شرع لازم اور ضروری ہوا، اور کسی شرعی مسئلہ میں عالم مجتہد کی رائے کا خطا ہونا، حق و صواب نہ ہونا اس کی اجتہادی خطا ہے۔

تو بلا ضرورت نہیں بلکہ انتہائی ضرورت کے وقت اور نہایت نازک ترین حالات میں جبکہ شیعہ اور روافض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علانیہ طور پر ظالم کہہ رہے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت سنگین گستاخیاں کر رہے ہیں تو حضرت سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبہ میراث نبوی کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنا، از روئے شرع

توہین اور بے ادبی اور کفر کیسے بن گیا؟ یہ کونسا اسلام اور شریعت ہے کہ ایک عقیدہ رکھنا تو از روئے شرع لازم اور ضروری ہے لیکن اس کو بیان کرنا (وہ بھی انتہائی ضرورت کے وقت) کفر ہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلک۔

گزارش ہے کہ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ اگر مولانا ایک لفظ کا اضافہ کر دیتے اور یوں کہتے: اجتہادی خطا پر تھیں، تو بہت ہی اچھا ہوتا (اگرچہ ان محققین کی نئی تحقیق میں یہ بھی گستاخی اور کفر ہی قرار پاتا۔ نعوذ باللہ من ذلک)

لیکن جب عبارت تصفیہ کے تناسب سے صرف لفظ خطا بولا ہی گیا اور وہ بھی بمعنی ضدِ صواب، اجتہادی خطا کی نیت سے جیسا کہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے اجماعی عقیدہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے اور اسی کو بیان کرنا مقصود تھا جو اس عبارت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے تو اس کے باوجود اسے گستاخی اور توہین قرار دینا اور پھر اس پر کفر ہونے کا حکم صادر کرنا اور اس حکم کو حکم شرعی قرار دینا اور پھر مولانا کے توبہ اور رجوع نہ کرنے کی وجہ سے اسے التزام کفر کہنا، خود شریعت گھڑنے اور اپنے ذوق اور اپنی رائے کو شریعت قرار دینے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔

کیا مخالفین عوام الناس کو گمراہ کرتے رہیں اور علمائے حق تماشائی بن کر دیکھتے اور سنتے رہیں؟ ایسے حالات میں اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کو باغ فدک کے مسئلہ پر بلا ضرورت بحث اور مولانا کا ناقابل معافی جرم قرار دینا اور پھر اس کا ترجمہ خطا کار اور غلط سے کرنا اور اسے شیعہ اور روافض کے انتہائی شرمناک تبرا جیسا سمجھنا اور انتہائی مذموم جسارت قرار دینا، انصاف کا خون کرنا ہے۔

کیا ایک متقی جید عالم دین کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے ان اصول کو ملحوظ رکھنا

شرعاً فرض نہیں ہے جن کی رعایت ایک عام مسلمان کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے بھی ہر مفتی پر فرض ہے؟ بالخصوص جب وہ عالم دین اپنے کلام کی وضاحت بھی بار بار کر چکے ہوں۔

ان کے بیانات بروقت سننے کے علاوہ انٹرنیٹ پر ہونے کی وجہ سے کثیر لوگوں نے سننے جن میں علماء اہل سنت کے علاوہ مخالفین بھی شامل ہیں اور ان پر تین ماہ گزرے لیکن کسی کے ذہن میں گستاخی کا کھٹکا بھی نہیں گزرا۔ پھر بعض لوگوں کے گستاخی کا شور کرنے کی وجہ سے اچانک وہ بیانات گستاخی بن گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور وہ بھی ایسی سنگین کہ اس پر شرعی حکم بصورت کفر صادر ہوا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلک۔

ایک طرف اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ اور حکم شرعی قطعی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہیں ہے اور دوسری طرف اس کے خلاف اجتہاد ہے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض دوسری شخصیات کا جن کی رائے شروع میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موافق تھی، توجہ ہٹ جانے کی وجہ سے اس مسئلہ میں انہیں بھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح غلط فہمی ہو گئی تھی مولانا نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام تو اس لیے ذکر کیا کہ بات ہی ان کے بارے میں ہو رہی تھی روافض کا اعتراض ہی ان کے حوالے سے ہے

اور یہ دونوں امر: حکم شرعی قطعی اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض دوسری شخصیات کا اجتہاد، متضاد ہیں۔ جبکہ یہ امر بھی قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ایمان فرض ہے کہ حکم شرعی قطعی ہی حق و صواب ہے اور اس کے خلاف اجتہاد، قطعی اور یقینی طور پر خطا ہے کیونکہ وہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ہے اور وہ تمام شخصیات بشمول حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے رجوع سے پہلے اجتہادی خطا پر تھیں تو لامحالہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی

اللہ تعالیٰ عنہا بھی جب میراث نبوی ذک وغیرہ کا تقاضا کر رہی تھیں تو اجتہادی خطا پر تھیں یہ اہل سنت کا جماعی قطعی عقیدہ ہے۔

اور یہی حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہم القدسیہ کا مقصود ہے۔ انہوں نے اکابر سنی علماء کرام سے دینی تعلیم حاصل کی ہے اور بفضلہ تعالیٰ راسخ فی العلم والعقیدہ ہیں ان کی روشن عقیدگی میں سنی علماء کرام کو ذرہ بھر شبہ نہیں ہے۔ مخالفین نے تو ان کے خلاف پروپیگنڈہ اس لیے کیا کہ وہ سنیت کی ترجمانی کر رہے تھے جو انہیں برداشت نہ تھی لیکن نجانے بہت سارے پیر صاحبان اور مولوی صاحبان کی عقل پر کیوں پردہ آگیا کہ انہوں نے مخالفین سے بھی زیادہ کردار ادا کیا اور اسلام اور سنیت پر وہ ظلم کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔

اس لیے اگر یہ انصاف پسند حضرات مولانا پر گستاخی کا الزام اور بہتان عظیم اور فتوے لگانے والے واقعی انصاف پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غور کریں تو انہیں بخوبی معلوم ہو جائے کہ اصل جرم کس کا ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف غلیظ تبرہ کا سبب مولانا کا عقیدہ اہل سنت بیان کرنا ہے یا ان انصاف پسند درد مند حضرات کا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کار اور غلط کہنے اور انتہائی مذموم جسارت کرنے کا مولانا پر الزام لگانا ہے؟

عظیم اجتماعات میں مولانا کے ان دونوں بیانات ہونے اور ان پر تین ماہ گزرنے تک مسلک حق کی یہ ترجمانی کسی فتنہ اور تبرہ کا سبب نہیں بنی پھر اس کے بعد ان پر گستاخی کرنے کا الزام اور وہ بھی بصورت طوفان، دین مصطفیٰ پر ظلم عظیم ہے اور بعض حضرات خلفاء راشدین علیہم الرضوان پر تبرہ کا سبب بھی۔ اس کے بعد بدعقیدگی کو جو تقویت اور رواج ملا ہے

وہ بھی بصورتِ طوفان ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔ جہلاءِ سنیت ترک کر کے رافضی بن رہے ہیں جس کا اعتراف ان محققین کو بھی ہے اور مسلکِ اہل سنت سے وہ غداری ہو رہی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ روافض کی مجالس میں تقریریں کر رہے ہیں اور بینروں پر لکھا ہوا ہے سنیوں کا بادشاہ۔۔۔۔۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی انتہائی گستاخی کرنے والوں کے ساتھ نظریاتی اتحاد اور اتفاق کر چکے ہیں اور انہی کی بولی بول رہے ہیں اس کے باوجود سنیت کے ترجمان سے متعارف کرائے جا رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرورہم۔ علانیہ روافض سے شیر و شکر ہیں جبکہ علمائے اہل سنت کے دشمن ہیں اس کے باوجود مشائخِ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اہل سنت کے اجماعی اور قطعی عقائد بیان کرنے پر صرف سنیت ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونے کے فتوے دے رہے ہیں اس کے باوجود علماء و مشائخِ اہل سنت بھی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افضلیتِ شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرنے اور حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع اور تبرا کرنے سے منع کرنے پر سنی علماء و فضلاء کرام کو منصبِ امامت و خطابت سے برطرف کیا جا رہا ہے اور وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ ہمارے پیر صاحب کا حکم ہے کہ جو لوگ ہمارے عقیدہ پر نہیں ہیں وہ ہمارے منبروں سے ہٹا دیئے جائیں۔ اس کے باوجود وہ پیر صاحب مشائخِ اہل سنت سے ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

یہ صرف ایک نمونہ ہے ورنہ اسلام پر ظلم کی یہ داستان طویل ہے۔ کیا سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کا الزام اور بہتان کوئی معمولی سا مسئلہ ہے؟ جبکہ نفس الامر اور واقع میں ان بیانات میں ہرگز ہرگز گستاخی نہیں کی گئی اور نہ ہی مولانا گستاخی

کا سوچ بھی سکتے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث کے ارشادات عالیہ، ان لوگوں کے پیش نظر نہیں ہیں؟ کیا شریعت ان پر لاگو نہیں ہے؟

حضرت مولانا محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ پر سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرنے کا الزام اور وہ بھی بصورتِ طوفان اور اسلام اور سنیت پر ظلم عظیم کے اس جرم کو اسلام کبھی معاف نہیں کر سکتا، اس لیے کہ شرعی اصول کے خلاف محض اپنے ذوق اور رائے کے فیصلہ کو شرعی فیصلہ قرار دے کر دینِ مصطفیٰ پر بہتان باندھا گیا ہے۔

کیا دینِ مصطفیٰ اور شریعت مطہرہ کا احترام فرض نہیں ہے کہ حکم شرعی قطعی کے خلاف کو غیر صواب اور خطا اور غلطی (وہ بھی اجتہادی) کہنے پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں؟ اور شیعہ اور روافض کی خلیفۃ الرسول امام الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انتہائی غلیظ تبرابازی کی طرح قرار دیا جا رہا ہے، کہ اب الزام کسے دیں اور غلط کسے کہیں اور دفاع کیسے کریں؟ کے تبصرے کیے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شکوہ ہے کہ فلاں شہزادے کی نہیں مانی، فلاں پیر صاحب کی نہیں مانی، فلاں حضرت صاحب کی نہیں مانی، انہوں نے توبہ اور رجوع نہیں کیا۔

گزارش ہے کہ جب مولانا نے اہل سنت کا اجماعی اور قطعی عقیدہ بیان کیا ہے جو حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان کے لوازم سے ہے اور یہ حکم شرعی قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت سے ہے، سنیت اور رافضیت کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ اس سے توبہ اور رجوع کا مطلب سنیت سے توبہ اور رجوع کر کے رافضیت اختیار کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

جب ان پیر صاحبان اور ان کے محققین کو اس شرعی نزاکت کا احساس ہی نہیں ہے

تو اس عقیدے سے رجوع اور توبہ کی سنگینی کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ لیکن طوفان برپا کرنے کے لیے شرعیہ عذر نہیں بن سکتا۔ قطعیات اسلام اور ضروریات مذہب اہل سنت اور ان کے لوازمات بھی جو لوگ ملحوظ نہ رکھیں، ان کے لیے ایسے نازک ترین مسائل میں فتوے صادر کرنے کی اجازت شریعت مطہرہ میں کہاں موجود ہے؟

ضروری وضاحت:

متنازعہ الفاظ کو گستاخی قرار دے کر کفر کے فتوے لگانے والے تمام لوگوں کو ہماری طرف سے دعوت دی جا چکی ہے کہ تحریری دلائل شرعیہ پر اکابر علمائے اہل سنت سے فیصلہ کروائیں اور گستاخی اور کفر کے فتویٰ کی صحت ثابت کریں۔ اگر انہیں یقین ہے کہ ان کے فتوے پوری دیانتداری سے شرعی اصول کی روشنی میں لکھے گئے ہیں اور ان میں واقعی شرعی حکم تحریر کیا گیا ہے تو اکابر علمائے اہل سنت سے تحریرات پر شرعی فیصلہ لینے سے کیا مانع ہے؟

اس مسئلہ پر ہماری پہلی تحریر ”محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا“، ہے اس میں نفس مسئلہ پر دلائل تحریر کر دیئے ہیں جو فی الواقع دو تحریروں کا مجموعہ ہے اور دوسری یہی تحریر ”تحقیقات مسئلہ خطا کا شرعی جائزہ“، ہے۔ (اس میں ان تحقیقات کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے اور ان محققین کی بے اصولی اور سینہ زوری کی کچھ نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس میں نفس مسئلہ پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ پہلی تحریر میں آچکے ہیں)۔

اور گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگانے والے تمام حضرات اپنی تحریرات میں سے جسے زیادہ حقیقی جانیں پیش کریں اور اگر متعدد تحریرات پیش کرنا ضروری سمجھیں تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ان کی تعیین ضرور کر دیں۔ ان تحریرات کا اکابر علمائے اہل سنت کی ایک جماعت بغور مطالعہ کرے اور اس کے بعد ایک مشترکہ تحریری شرعی فیصلہ دے تاکہ سب

کو معلوم ہو جائے کہ غلطی پر کون ہے اور توبہ و رجوع کس پر فرض ہے؟ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ اسلام اور سنیت پر ظلم کس نے کیا ہے؟

اکابر علمائے کرام کا انتخاب باہمی مشاورت سے ہوگا، ہم اطلاع کے منتظر ہیں۔ گستاخی اور کفر کا فتویٰ لگانے والے باہمی مشاورت سے نمائندہ تحریر کا انتخاب کر کے اس پر اتفاق کے تصدیقی دستخط کروا کر منظر عام پر لائیں تاکہ بعد میں کوئی پیر صاحب یا مفتی یا ڈاکٹر و مفکر صاحب یہ نہ کہے کہ ہم نے اس تحریر کو نمائندہ تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور اگر کسی نے نئی تحریر لکھنی ہے تو وہ چند ایام میں منظر عام پر لائے تاکہ یہ اختلاف ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

مسئلہ خطا میں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ:

کافی حضرات نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے محض اجتہاد میں اختلاف ہو گیا تھا تو چونکہ دونوں مقدس ہستیاں ہیں اس لیے ہم کسی کو بھی اجتہادی خطا پر نہیں کہہ سکتے ہم یہی کہیں گے کہ نہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا خطا پر تھیں اور نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ غلط تھا۔

جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے محض اجتہاد میں اختلاف نہیں ہوا تھا کہ کسی ایک کے اجتہاد کو خطا کہنا بزعم ان حضرات کے خلاف ادب ہو جائے گا۔ حالانکہ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں جس ذات اقدس کے اجتہاد کا خطا ہونا ثابت ہو جاتا اسے خطا قرار دینا بے ادبی ہرگز نہیں ہے جبکہ اس اختلاف کی نوعیت اس سے مختلف ہے اس لیے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض اپنے اجتہاد کی بنا پر فدک وغیرہ دینے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص: ”لا نورث

ما تر کنا فهو صدقة“ (اور اس مضمون کی دیگر متعدد احادیث نبویہ) جو بشمول سیدنا صدیق اکبر و سیدنا علی مرتضیٰ و سیدنا عباس و دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک جماعت اور تمام امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضور سید المرسلین ﷺ سے سنی تھی (حوالہ جات ”محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا“، میں درج کر دیئے ہیں) کی بنیاد پر حکم شرعی قطعی پر عمل کرنا فرض جانتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونے پر آپ ﷺ ہی کا فرمان اور فیصلہ سنایا تھا اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اجتہاد کی بنا پر یُوصِيْكُمْ اللهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ الْاَيَةُ سے استدلال کر رہی تھیں جبکہ ان کا اجتہاد حضور نبی کریم ﷺ کی صریح نص اور اس سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا جس کی وجہ سے آپ کا اجتہاد باجماع اہل سنت صواب اور درست نہیں تھا۔ مذہب حق اہل سنت میں یہ امر قطعی ہے کیونکہ حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے جو اس کے خلاف اجتہاد کو خطا مانے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ایسے ہی بعض دیگر شخصیات نے بھی غلط فہمی کی بنا پر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونا سمجھا۔ سب کی اجتہادی خطا تھی اور ان سب حضرات نے اپنی اجتہادی خطا سے رجوع کر کے حق قبول کر لیا (جیسا کہ محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تفصیل آچکی ہے)

شبہ:

حضرت سیدہ کائنات کے متعلق آج تک علماء اہل سنت میں سے کسی نے اس قسم کا جملہ نہیں لکھا۔ (بلفظ)

جواب:

و باللہ التوفیق: گزارش یہ ہے کہ جب اس جملہ کو گستاخی قرار دے کر اس پر نہایت سخت شرعی حکم لگایا گیا ہے اس لیے قطع نظر اس سے کہ لکھا ہے یا نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ جملہ از روئے شرع کیسا ہے؟

و باللہ التوفیق: جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث ہونے کے بارے میں موقف اور مطالبہ احادیث نبویہ صحیحہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور جو موقف حدیث نبوی صحیح اور اس سے ثابت شدہ حکم شرعی کے خلاف ہو وہ بلاشبہ خطا ہے اور وہ شخص اس موقف میں خطا پر ہے۔ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہے گئے الفاظ میں خطا سے مراد اجتہادی خطا ہے جس کی نسبت بے ادبی اور گستاخی ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ وہ گناہ اور معصیت نہیں ہے۔

اور قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو بھی عظمت اور فضیلت ثابت ہے وہ مسلم ہے لیکن مسئلہ میراث نبوی میں ان کے اجتہاد کا احادیث نبویہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ہونا ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ آپ کے فضائل سے اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اجتہادی خطا ان فضائل کے منافی ہے

شبہ:

ہماری نگاہ سے آج تک کہیں نہیں گزرا کہ اہل سنت میں سے کسی ایک فرد نے بھی سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے خطا پر ہونے کا قول کیا ہو۔ (بلفظ)

جواب:

و بالله التوفیق: مؤدبانہ گزارش ہے کہ مطالعہ کتب مذہب کے اس اسلوب پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ قطعی اصول مذہب کی روشنی میں جو امر مذہب اہل سنت میں قطعی اور اجماعی ہے اس کی نسبت ایسی بات کہنا باعث تعجب ہے، صرف توجہ دلانے کے لیے چند گزارشات سپرد قلم کی جاتی ہیں:

کیا حضور نبی کریم ﷺ کی مالی میراث نہ ہونا قطعیات اسلام سے نہیں ہے؟ کیا مذہب اہل سنت میں اس حکم شرعی قطعی پر ایمان لانا فرض نہیں ہے؟ کیا اس حکم شرعی قطعی کا انکار و انقض کے قطعی عقائد سے نہیں ہے؟ کیا اس حکم شرعی قطعی کے خلاف ہر قول اور موقف کو خطا یقین کرنا فرض نہیں ہے؟ جب باجماع اہل سنت اس حکم شرعی پر ایمان فرض ہے اور ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے، اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد اور موقف اس حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا (جیسے بعض دیگر شخصیات کا بھی) تو اس موقف اور اجتہاد کو خطا جانے بغیر اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس مسئلہ میں خطا پر ہونا یقین کیے بغیر اس حکم شرعی قطعی پر ایمان کیسے پایا جاسکتا ہے؟ اس کی وضاحت کریں۔

جناب والا جب اس حکم شرعی قطعی کے خلاف کو خطا جانے بغیر اس پر ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جیسے مذہب اہل سنت میں اس حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے ویسے ہی سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ اجتہادی خطا جس شخص کے علم میں ہے اس پر لازم اور ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں آپ کو خطا پر جانے، ورنہ اس کا اس حکم شرعی قطعی پر ایمان متصور ہی نہیں ہو سکتا، جبکہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ اجتہادی خطا تمام ائمہ اہل سنت کے علم میں ہے تو اس سے ثابت ہوا

کہ تمام ائمہ اہل سنت کا قطعی عقیدہ ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا رجوع سے پہلے اس مسئلہ میں اجتہادی خطا پر تھیں۔ اس سے نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام ائمہ اہل سنت کا اجماع ہے اور جب تمام ائمہ اہل سنت کا اجماع ہی یقینی ہے تو اہل سنت سے کسی ایک فرد کے بھی قول نہ کرنے کا کیا معنی؟

خلاصہ کلام:

جب باجماع ائمہ اہل سنت اس حکم شرعی قطعی پر ایمان فرض ہے تو اس کے خلاف ہر قول و اعتقاد کو خطا یقین کرنا بھی فرض ہے اور اگر کسی مہربان کو اس حکم شرعی قطعی کے لوازمات بھی معلوم نہیں ہیں اور وہ اپنے آپ کو سنی عالم بھی سمجھتا ہے تو اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔

شبہ:

اگر آپ کا یہ استدلال تسلیم کر لیا جائے تو اس طرح تو ہر وہ شخص جس کا مطالبہ کماحقہ تسلیم نہ کیا گیا وہ خطا کا رقرار پائے گا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ”رَبِّ ارْنِی“ کے الفاظ میں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں ”لَنْ تَرَانِی“ فرمانا اور اسی طرح حضرت سیدہ کائنات علیہا السلام اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کاعلام کے مطالبہ پر غلام کی بجائے آپ ﷺ کی طرف سے تسبیحات فاطمہ تعلیم فرمانا، تا آخر۔ (بلفظہ)

جواب:

و بالله التوفیق: معترضین حضرات اصل مسئلہ کی طرف توجہ ہی نہیں کر رہے جس کی وجہ سے شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

جناب والا! حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالبہ کماحقہ تسلیم نہ کیے جانے سے اس پر استدلال نہیں کیا گیا کہ آپ مطالبہ میراث نبوی میں خطا پر تھیں، جس سے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال دیدارِ الہی میں یا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا غلام کے بارے میں سوال کرنے میں خطا پر ہونا لازم آئے، بلکہ مسئلہ میراث نبوی میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد حدیث نبوی ”لا نورث ما تر کنا فهو صدقة“ اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف ثابت ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ: آپ مطالبہ میراث نبوی میں خطا پر تھیں۔ اس سے عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و دیگر محفوظین کے بارے میں عقیدہ اہل سنت کے خلاف کچھ لازم نہیں آتا چہ جائیکہ یہ عقیدہ تارتار ہو جائے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ: اس طرح تو ہر وہ شخص جس کا مطالبہ کا حقہ تسلیم نہیں کیا گیا وہ خطا کا قرار پائے گا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، تا آخر۔ اس میں ”خطا پر تھیں“ کا ترجمہ ”خطا پر تھیں“ کے ساتھ کرنا سنگین غلطی ہے۔ اس لیے کہ خطا پر تھیں، میں اجتہادی خطا پر ہونا مراد ہے جو گناہ اور معصیت نہیں ہے جبکہ خطا کا کار کا معنی ہے گنہگار، قصور وار، مجرم، جیسا کہ کتب لغات میں تصریح ہے۔

پیر صاحبان اور ان کے مفتیان کی یہی غلطی اس طوفان کا سبب بنی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطا کا کہنا واقعی گستاخی اور بے ادبی ہے، اس لیے اگر یہ کلمہ کہنا کوئی بھی شخص ثابت کر دے تو مولانا فوری طور پر توبہ اور رجوع کریں گے۔ اور اگر کوئی بھی ثابت نہ کر سکے تو خطا کا قرار دینے یا خطا کا کہنے کا الزام اور بہتان لگانے والے تمام لوگوں پر توبہ فرض ہے۔ اسلام اور شریعت سب پر لاگو ہے۔ اتنی بڑی گستاخی کا الزام لگانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

شبہ:

آپ نے باغ فدک کے مسئلہ پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع اور اہل سنت کے عقیدہ معصومیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ گوڑوی سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کی تشریح کرتے ہوئے مخدومہ کائنات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے بارے میں یہ کہنے کی جسارت کر دی کہ معاذ اللہ وہ باغ فدک کے مطالبہ کرنے میں خطا پر تھیں جبکہ امکان خطا اور بات ہے وجود خطا اور۔ مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کا قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت درست نہیں ہے چہ جائیکہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ”خطا پر تھیں“ کا جملہ بولنا ایک بڑی جسارت ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کا مدعی تب ثابت ہوگا جبکہ وہ سیدہ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے وہ خطا تسلیم کریں جو کہ اجتہادی نہ ہو بلکہ مطلقاً خطا ہو اور وہ گناہ ہوتی ہے۔ تبھی تو ان کا موقف ثابت ہوگا کہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا معصومہ نہیں ہیں ورنہ ان کا مدعی ثابت نہیں ہوگا۔ پس یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لیے سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مطلقاً خطا کا لفظ بول کر بہت بڑی جسارت کی ہے، کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ پس انہوں نے یہ جملہ بول کر ”کہ وہ خطا پر تھیں“ جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو۔ العیاذ باللہ۔

الجواب:

وبالله التوفيق: اس شبہ سے واضح ہے کہ معترضین حضرات نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے ان کے دفاع کی خاطر کہا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا باغ فدک کا مطالبہ کرنے میں ”خطا پر تھیں“ اور ان حضرات کے نزدیک ”خطا پر تھیں“، کا معنی ہے ”خطا کار تھیں“۔ جیسا کہ لکھا ہے: مزید یہ کہ بلا دلیل کسی عام مسلمان کو خطا کا قرار دینا بھی اسلام میں کسی صورت میں درست نہیں ہے، تا آخر۔

جبکہ خطا کا معنی ہے: گنہگار، مجرم، قصور وار۔ (عامہ کتب لغات)

اس کے بعد واضح رہے کہ، تا آخر کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے کلام میں ”خطا پر تھیں“، کا معنی: خطا کار تھیں اور خطا بمعنی گناہ ہونا ثابت کرنے کے لیے دلیل پیش کی ہے جس کا مفہوم و معنی خوب واضح ہے، جب کہ درحقیقت یہ دلیل نہیں ہے بلکہ غلط فہمی کی بنیاد پر ایک مغالطہ اور شبہ ہے (اور ایسے ہی شبہات اور مغالطات کی وجہ سے معترضین نے طوفان برپا کر دیا تھا جس سے اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہوا اور ہو رہا ہے) اس لیے کہ جب مقصود روافض کی تردید ہے اور یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ روافض کے نزدیک معصومین سے اجتہادی خطا نہیں ہو سکتی اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی روافض کے نزدیک معصومہ ہیں تو ان کی اجتہادی خطا ثابت ہونے سے روافض کے عقیدہ کے مطابق ان کا معصوم نہ ہونا نہ صرف ثابت ہو جاتا ہے بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اجتہادی خطا عصمت کے منافی ہے جب کہ مقصود بھی انہیں کے نظریہ کا ابطال ہے لہذا ان محققین کا یہ دعویٰ ہے: کہ ڈاکٹر صاحب کا مدعی تب ثابت ہوگا جب وہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خطا بمعنی گناہ تسلیم کریں، سراسر خلط و بحث اور ان محققین کی سنگین غلطی ہے۔

اور پھر ”خطا پر تھیں“ میں خطا بمعنی گناہ ہونا ثابت کرنے کے لیے جو دوسری دلیل دی ہے وہ بھی سراسر مغالطہ ہے۔ چنانچہ لکھا: کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے، تا آخر۔

جواباً گزارش ہے کہ لفظ خطا جو لفظ مشترک ہے اگرچہ عبارت میں بظاہر مطلق ذکر کیا گیا ہے یعنی اس کے ساتھ اجتہادی کی قید صراحتاً ذکر نہیں کی گئی لیکن کیا سیاق و سباق اور موضوع بحث اور متکلم کی نیت اور ارادہ اور اس کا عقیدہ بلکہ اس مسئلہ میں عقیدہ اہل سنت، یہ تمام امور اس کے معنی کی تعیین کے لیے نا کافی ہیں؟ کیا علی الاطلاق مطلق صوری اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے خواہ کتنے ہی قرائن و شواہد اس کے اطلاق پر جریان کے خلاف موجود ہوں؟ کیا اس مطلق کا وہ فرد مراد ہونا عقلاً اور شرعاً ممنوع ہے جس کی تعیین مذکورہ تمام امور سے ہو رہی ہو؟ کیسی سیدہ زوری ہے؟

کیا ایک متقی جید عالم دین کے کلام پر شرعی حکم لگانے کے لیے ان اصول کو ملحوظ رکھنا شرعاً فرض نہیں ہے جن کی رعایت ایک عام مسلمان کے کلام کے لیے بھی ہر مفتی پر فرض ہے؟ بالخصوص جب کہ وہ عالم دین اپنے کلام کی وضاحت بھی بار بار کر چکے ہوں کہ اجتہادی خطا مراد ہے۔ اور اجتہادی خطا پر ہونے کا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ از روئے شرع اس مسئلہ کی نفس الامر حقیقت ہی یہی ہے اس لیے کہ اس مسئلہ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد احادیث نبویہ صحیحہ اور ان سے ثابت شدہ حکم شرعی قطعی کے خلاف تھا اور ایسا اجتہاد یقیناً خطا ہے نہ کہ حق و صواب اور ”خطا پر تھیں“ کا ترجمہ ”خطا کار تھیں“ سے کرنا سنگین

غلطی ہے اس لیے کہ متنازعہ الفاظ میں خطا پر ہونے سے مراد اجتہادی خطا پر ہونا ہے جو گناہ اور معصیت ہرگز نہیں ہے۔ لفظ خطا لفظ مشترک ہے اور لفظ مشترک کے معنی کی تعیین سیاق و سباق اور دوسرے دلائل و امارات کے ذریعے ہوتی ہے اور یہاں سیاق و سباق اور دوسرے امور سے اس کا معنی واضح ہے کہ خطا بمعنی ضد صواب اور نقیض صواب ہے اور اس سے مراد اجتہادی خطا ہے

اور اس جملہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کا مانگنا از روئے شرع صواب اور درست نہیں تھا وہ اجتہادی خطا پر تھیں کیونکہ مقصود عقیدہ اہل سنت کا بیان ہے اور وہ یہی ہے اور اگر ان محققین کو اپنی بات کی صحت پر اصرار ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ یہ ضابطہ کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اگر یہ ضابطہ لفظ مشترک کے بارے میں بھی ہے تو لفظ قرء مشترک ہے اس کے دو معانی ہیں: طہر اور حیض (کمانی عامۃ کتب الاصول)

اب اگر لفظ قرء مطلق بولا جائے تو طہر اور حیض سے فرد کامل کسے قرار دیا جائے گا جو مراد ہوگا؟ اور اس کا فرد کامل ہونا کیسے ثابت کیا جائے گا اور اس کے اطلاق پر جاری ہونے کا کیا مطلب ہوگا؟ قرآن کریم میں مذکور لفظ قرء جو قرء کی جمع ہے اس سے مراد کے بارے میں ائمہ احناف اور شوافع کا اختلاف معروف ہے، تو کیا کسی فریق نے اس کے دو معانی میں سے کسی ایک معنی کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے مذہب کے اثبات کے لیے یہ استدلال پیش کیا ہے؟ کیا یہ محققین اپنے بیان کردہ ضابطے کے مطابق ان دو معانی (طہر اور حیض) میں سے ایک کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ اور پھر اس پر ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ایسے ہی لفظ ”عین“، مشترک ہے اس کے معانی چالیس سے بھی زیادہ ہیں مثلاً

سورج، سونا، چشمہ، آنکھ، شریف القوم وغیرہ، تو ان معانی سے کونسے معنی کو فرد کامل قرار دیا جائے گا اور اس کا فرد کامل ہونا کیسے ثابت کیا جائے گا؟ اور اگر لفظ عین مطلق بولا جائے تو بتائیں آپ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق کونسا معنی مراد ہوگا جس کا ہر گوشہ ثابت ہو جائے گا؟ اور اس صورت میں لفظ قرء اور عین کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے سے کیا مراد ہے؟

جب ان دونوں لفظوں کے معانی سے کسی ایک معنی کے فرد کامل ہونے کا دعویٰ کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکیں اور اگر دعویٰ کرنے کی دلیری کر ہی لیں لیکن تاحیات اس پر ثبوت پیش نہ کر سکیں تو پھر بتائیں تمہارا یہ ضابطہ لفظ مشترک کو کیسے شامل ہے؟ آخر میں نتیجہ دلیل یہ لکھا ہے:

پس انہوں نے یہ جملے بول کر ”کہ وہ خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“ خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو۔ العیاذ باللہ۔

الجواب:

اس اسلوب تحقیق پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے جب دلیل سراسر تحکم اور سینہ زوری پر مبنی ہے تو اس کا نتیجہ عین انصاف کیسے ہو سکتا ہے؟ گزارش ہے کہ بالفرض اگر آج کوئی مخلص مسلمان محض غلط فہمی کی بنا پر اپنے کسی عزیز رشتہ دار کے ترکہ میں اپنے حق میراث کا دعویٰ کرے جبکہ اس کے محبوب ہونے کی وجہ سے فی الواقع از روئے شرع اس کا حق بنتا ہی نہ ہو تو اس شخص کی نسبت ان محققین کی طرف سے کہا جائے کہ ”یہ شخص مطالبہ میراث میں خطا پر تھا“ جبکہ یہ شخص نہ مجتہد ہے اور نہ محفوظین سے ہے اور نہ ہی ناجائز طریقے سے مال لینا چاہتا ہے بلکہ اسے محض غلط فہمی ہو گئی جس کی وجہ سے اس نے مطالبہ کر دیا، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس

کے بارے میں مطلق خطا کا لفظ بولا گیا ہے اور مطلق خطا گناہ ہوتی ہے۔

اور جب مطلق بولا جائے تو وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے پس انہوں نے یہ جملہ بول کر ”کہ یہ شخص مطالبہ میراث میں خطا پر تھا“ خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے اس شخص کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو، تو کیا یہ محققین اس بات کی تصویب و تصدیق از روئے شرع درست یقین کرتے ہیں؟

جب ایک عام مخلص مسلمان نے غلط فہمی کی بنا پر اپنا حق میراث سمجھتے ہوئے تقاضا کیا لیکن جب اسے حکم شرع سے آگاہ کیا گیا تو اس نے سر تسلیم خم کر لیا تو اس کے بارے میں ان محققین کی طرف سے اگر یہی جملہ کہہ دیا جائے تو اس جملہ کا یہ مطلب ان محققین کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ تو کیا ایک جید عالم دین نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں جب یہ جملہ بولا ہے تو اس کا یہ مطلب اہل علم کے نزدیک کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس عالم دین کا مقصود بھی عقیدہ اہل سنت کا بیان ہے اور وہ سیدہ پاک کو مجتہدہ اور جملہ محفوظین سے بھی جانتے ہیں۔

اور بالفرض اگر ان محققین کے نزدیک ایک عام مخلص متقی مسلمان کے بارے میں بولے گئے اس جملے کا مطلب بھی یہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں اس لیے کہ اس شخص نے نہ تو اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کا قصد کیا ہے اور نہ ہی شریعت مطہرہ کے خلاف تقاضا اور مطالبہ کی جرأت اور دلیری کا حوصلہ رکھتا ہے بلکہ محض نیک نیتی سے شرعاً اپنا حق سمجھتے ہوئے تقاضا کیا ہے لیکن فی الواقع اسے غلط فہمی ہو گئی کیونکہ بوجہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کے یہ مجبوجہ ہو چکا تھا جب کہ اسے یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور حکم شرع معلوم ہونے پر اپنے مطالبہ سے فوراً دست بردار ہو گیا اور ایسے ہی

حجب نقصان کی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس نے غلط فہمی سے پورے حصے کا تقاضا کیا جبکہ دوسرے وارث کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ کم ہو چکا تھا۔ تو اب پہلا شخص مطالبہ میراث میں خطا پر تھا اور دوسرا پورے حصہ کا مطالبہ کرنے میں خطا پر تھا تو اس کا یہی معنی ہے کہ ان کا مطالبہ از روئے شرع صواب اور درست نہیں تھا۔

واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

متنازعہ الفاظ کو خطائے معصیت اور گستاخی ثابت کرنے میں
معترضین محققین سے سنگین غلطی:

بعض حضرات نے متنازعہ الفاظ کا معنی خطائے معصیت اور گستاخی ہونا اصول کی رو سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے اور اس سے فرد کامل مراد ہونے سے متنازعہ الفاظ کا معنی خطائے معصیت اور گستاخی ہونا، ثابت کرنا ان کی سنگین غلطی ہے۔

اس حوالہ سے کچھ معروضات پیش کی جا چکی ہیں اب ان حضرات کی مزید تشریح اور اتمام حجت کے لیے اصول سے استدلال میں ان کی غلطی کی وضاحت کی جاتی ہے ان کے اخلاص سے اُمید ہے کہ آگاہی کے بعد اپنی غلطی سے رجوع اور قبول حق میں تاخیر نہیں کریں گے
و باللہ التوفیق: کتب اصول میں مطلق و متقید کے احکام کا بیان ہے تو لفظ مشترک کا حکم بھی بیان کیا گیا ہے اس لیے تمام اصول کی رعایت لازم و ضروری ہے کسی کو نظر انداز کرنا اصول کی خلاف ورزی ہے۔ اور جہاں احکام کی رعایت کے لیے ترتیب متعین ہے تو اس کی مخالفت کی رخصت بھی کسی کے لیے نہیں ہے ورنہ بے اصولی کا ارتکاب لازم آئے گا جیسا کہ معترضین حضرات اصول کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور اصول کی خلاف ورزی بھی

کیے جا رہے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالارادہ ایسا کر رہے ہیں یا غلط فہمی کا شکار ہیں۔

مطلق و مقید اور مشترک کی تعریف و حکم کا مختصر بیان:

المطلق هو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفي و لا بالإثبات والمقيد هو المتعرض للذات مع صفة منها۔

(نور الانوار، ص 169)

المطلق ضد المقيد فهو ما يدل على واحد غير معين أو ما لم يقيد ببعض صفاته وعوارضه۔ (جامع العلوم 278/3)

حكم المطلق أن يجري على إطلاقه كما أن المقيد على تقييده (توضیح، جزء اول، ص 121)

لا يقال انتم قيدتم الرقبة بالسلامة (إلى أن قال) فأجاب بقوله لأن المطلق لا يتناول ما كان ناقصاً في كونه رقبة وهو فائت جنس المنفعة وهذا ما قال علماء وأن المطلق ينصرف إلى الكامل أي الكامل فيما يطلق عليه هذا الاسم كالماء المطلق لا ينصرف إلى ماء الورد فلا يكون حملاً على الكامل تقييداً۔ (توضیح، جزء اول، ص 127)

أما الاشتراك اللفظي فهو أن يكون اللفظ موضوعاً لمعنيين أو لمعان بأوضاع متعددة كلفظ العين للباصرة والجارية والذهب وغير ذلك۔

والإشتراك المعنوي أن يكون اللفظ موضوعاً لمعنى كلي كالإنسان للحيوان الناطق۔ (جامع العلوم 118/1)

حكم المشترك التأمل حتى يترجح أحد معانيه۔

(توضیح، جزء اول، ص 128)

حكم المشترك التأمل في نفس الصيغة أو غيرها من الأدلة والامارات ليترجح أحد معنييه أو معانيه۔ (تلوٹ، ص 128)

خلاصہ عبارات منقولہ:

مطلق وہ لفظ ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے، صفات پر دلالت نہ کرے، نہ صفات کی نفی اور نہ اثبات۔

مقید وہ لفظ ہے جو ذات کے ساتھ اس کی کسی صفت پر بھی دلالت کرے۔

مطلق وہ لفظ ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے۔ یا یوں کہو کہ:

مطلق وہ ہے جو بعض صفات اور عوارض کے ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو۔

مطلق، مقید کی ضد اور اس کا مقابل ہے۔

مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے جیسا کہ مقید اپنی تقييد پر جاری ہوتا ہے۔

اس مقام پر احناف پر اعتراض ہوتا ہے کہ تم نے کفارہ کے بارے میں وارد شدہ نص میں رقبة کو فائت جنس المنفعة کے عیب سے سالم ہونے کے ساتھ مقید کر دیا ہے جو مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کے حکم کی مخالفت ہے۔

تو اس کا جواب دیا کہ مطلق رقبة اس کو شامل نہیں ہے جو رقبة ہونے میں ناقص ہے اور وہ (ناقص) فائت جنس المنفعة ہے۔

اور یہی مطلب ہے ہمارے علماء کے اس قول کا کہ بیشک مطلق پھر تا ہے کامل کی

طرف یعنی کامل اس میں جس پر یہ اسم اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے مطلق پانی گلاب کے پانی کو شامل نہیں ہے، لہذا مطلق کو کامل پر محمول کرنا، اسے مقید کرنا نہیں ہے۔

مشترب لفظی وہ لفظ ہے جو دو یا زیادہ معانی کے لیے موضوع ہو متعدد وضع کے ساتھ۔ جیسے لفظ عین متعدد معانی کے لیے موضوع ہے۔

مشترب معنوی وہ لفظ ہے جو معنی کلی کے لیے موضوع ہو جیسے انسان، حیوان ناطق کے لیے موضوع ہے۔

مشترب کا حکم یہ ہے کہ نفس صیغہ یا اس کے غیر میں دلائل اور امارات سے، تامل اور غور و فکر کیا جائے گا تا کہ اس کے معانی سے ایک رائج ہو جائے۔

اشتراک اور اطلاق کے اجتماع کی صورت میں ترتیب احکام:

جب مشترک وہ لفظ ہے جو حقائق مختلفہ کے لیے وضع کیا گیا ہے متعدد وضع کے ساتھ یعنی اس کے معانی کی حقیقتیں مختلف ہوتی ہیں۔

اور مطلق وہ لفظ ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے صفات پر دلالت نہ کرے یعنی اس کا مدلول اور معنی اپنی بعض صفات اور عوارض سے مقید نہیں ہوتا۔

مطلق صرف ذات پر دلالت کرتا ہے اور وہ بھی فرد غیر معین پر۔

اب اگر کسی لفظ میں اشتراک اور اطلاق جمع ہو جائیں یعنی لفظ مشترک مطلق ذکر کیا جائے تو اہل علم پر ہرگز پوشیدہ نہیں ہے کہ مشترک ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے پہلے وہ ملحوظ ہوگا پھر مطلق ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے وہ ملحوظ ہوگا۔ اس لیے پہلے نفس صیغہ میں یا اس کے غیر دیگر دلائل و امارات میں تامل کیا جائے گا یہاں تک مشترک کے معانی سے ایک معنی رائج ہو جائے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ وہ معنی اپنی بعض صفات اور عوارض کے ساتھ

مقید ہے یا مطلق ہے کہ صفات اور عوارض کا بیان ہرگز نہیں ہے نہ صفات کی نفی اور نہ ہی اثبات۔ اس لیے کہ محل کلام اور موضوع بحث صرف مطلق نہیں ہے بلکہ لفظ مشترک مطلق ہے اور مشترک کے معانی، حقائق مختلفہ ہیں۔

اور مطلق واحد غیر معین پر دلالت کرتا ہے تو جب تک ایک حقیقت کا تعین نہیں ہوگا تو کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے کہ فلاں حقیقت کا فرد غیر معین مراد ہے؟ اس سے واضح ہوا کہ لفظ مشترک کے معنی کا تعین پہلے ہوگا۔ جب ایک حقیقت متعین ہو جائے گی تو پھر اطلاق و تقیید پر نظر کی جائے گی کہ بعض صفات اور عوارض سے مقید ہے یا نہیں۔ جب تک مشترک کا معنی متعین نہیں ہوگا تو مرادی اور مقصودی معنی پر مطلق یا مقید ہونے کا حکم صادر کرنا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔

اور مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے واحد غیر معین ہی مراد ہوگا۔ اور مطلق کے کامل کی طرف انصراف یا یوں کہو کہ: مطلق سے فرد کامل مراد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کامل ہو جس پر یہ اسم اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً باب کفارہ میں ”فَتَحْزِرُ رَقَبَةً“ میں رقبہ سے مراد وہ غلام یا باندی ہے جس کے ہاتھ یا پاؤں کٹے ہوئے نہ ہوں وہ فاست جنس المنفعة نہ ہو مثلاً نابینا نہ ہو۔

فرد کامل سے مراد یہ نہیں ہے کہ تمام غلاموں اور باندیوں میں سے کامل ہو۔ مثلاً کہا جائے ”رَأَيْتُ عَيْنًا“ تو اس میں اشتراک اور اطلاق کا اجتماع ہے لفظ عین مشترک ہے اس کے معانی کثیرہ ہیں اور مطلق بولا گیا ہے۔

تو مشترک ہونے کے حوالے سے جو حکم ہے وہ پہلے ملحوظ ہوگا کہ نفس صیغہ اور دوسرے دلائل و امارات میں تامل اور غور و فکر کیا جائے گا تا کہ لفظ عین کا ایک معنی رائج

ہو جائے مثلاً جب سیاق و سباق سے واضح ہو جائے کہ اس کلام میں عین بمعنی چشمہ ہے تو پھر مطلق کا حکم ملحوظ ہوگا کہ ایک غیر معین چشمہ مراد ہے چھوٹا یا بڑا، میٹھا یا کھاری ہونے کی کسی صفت کے ساتھ مقید نہیں ہے علیٰ هذا القیاس۔

متنازعہ الفاظ ”خطا پر تھیں جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔“

میں لفظ خطا مشترک ہے جو بظاہر مطلق بولا گیا ہے تو اس میں بھی ترتیب مذکور کے مطابق رعایت حکم لازم و ضروری ہے۔ پہلے مشترک کے حکم کے مطابق نفس صیغہ، سیاق و سباق اور دوسرے دلائل میں تامل کرنے سے نہ صرف ثابت ہوا بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ یہاں خطا بمعنی ضد صواب اور نقیض صواب ہے اور اس سے مراد اجتہادی خطا ہے۔ (دلائل کی تفصیل گزر چکی ہے) اس سے ثابت ہو گیا کہ لفظ خطا سے مطلق خطا مراد نہیں ہے جو خطائے معصیت اور اجتہادی خطا دونوں پر صادق آتی ہے۔

اور متنازعہ الفاظ میں لفظ خطا کے معنی کے تعین کے بعد اس کا حال ”رَأَيْتُ عَيْنًا“ جیسا نہیں ہے اس لیے کہ عین بمعنی چشمہ متعین ہونے کے بعد بھی عین مطلق ہے یعنی غیر معین چشمہ مراد ہے جبکہ متنازعہ الفاظ کے سیاق و سباق میں تصریح ہے کہ فدک مانگنے میں خطا پر ہونا مراد ہے۔

جیسا کہ کہا ہے: جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں لیکن جب آگے سے حدیث آئی تو ان کی یہ شان ہے تا آخر۔ جبکہ اس سے قبل عبارت میں مطالبہ فدک کی تصریح بھی موجود ہے تو اس سے یہ بھی متعین ہو گیا کہ اجتہادی خطا بھی مطالبہ میراث نبوی یعنی فدک وغیرہ مانگنے میں مراد ہے نہ کہ کسی غیر معین مسئلہ میں اجتہادی خطا۔ تو اب یہ اجتہادی خطا بھی مطلق نہ رہی بلکہ مقید اور معین ہو گئی۔

جب سیاق و سباق اور موضوع بحث اور عقیدہ اہل سنت کا بیان، ان تمام امور سے نصف النہار کے سورج کی طرح واضح اور روشن ہو گیا کہ متنازعہ الفاظ میں اجتہادی خطا مراد ہے مطلق خطا مراد نہیں ہے کیونکہ مطلق وہ ہوتا ہے جو واحد غیر معین پر دلالت کرے جبکہ یہ خطا معین ہے کہ اجتہادی خطا ہے۔

مطلق وہ ہوتا ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے صفات پر دلالت نہ کرے جبکہ اس جگہ اجتہادی ہونے کی صفت بھی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس بیان سے واضح ہوا کہ ظاہر الفاظ سے سامعین کو شبہ لگ رہا تھا کہ لفظ مشترک (خطا) مطلق بولا گیا ہے لیکن دلائل و قرائن سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت مطلق نہیں ہے کیونکہ لفظ مشترک کا ایک معنی معین (اجتہادی خطا) مراد ہے اور اس معنی کا بھی ایک فرد معین ہے یعنی اجتہادی خطا بھی مسئلہ میراث نبوی میں ہے۔ لہذا اجتہادی خطا بھی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے۔ واللہ الحمد

اس سے ثابت ہوا کہ لفظ خطا، مطلق ہونے کی بنیاد پر جو گستاخی اور توہین ہونے اور پھر اس پر سنگین فتوے کی عمارت تعمیر کی گئی ہے وہ ان مفتیان اور محققین کی سنگین غلطی ہے۔ ان حضرات کی عجیب سینہ زوری ہے کہ لفظ خطا جو لفظ مشترک ہے اس کے مطلق ہونے کا حوالہ بھی دے رہے ہیں اور مطلق کا حکم بھی بیان کر رہے ہیں کہ اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے جبکہ سینہ زوری سے لفظ خطا کے معانی سے ایک معنی کی تعیین بھی کر رہے ہیں یعنی خطا سے خطائے معصیت مراد ہونے پر بھی مصر اور بضد ہیں۔

لفظ خطا کے مطلق ہونے کا دعویٰ کرنا اور اس کا معنی و مدلول خطائے معصیت ہی ہونے کا حکم صادر کرنا عجیب خبط ہے کیا مطلق یہی ہوتا ہے کہ اس سے مراد واحد معین ہوتا ہے؟

کیا مطلق یہی ہوتا ہے کہ اس کا معنی مدلول اپنی ایک صفت کے ساتھ مقید ہوتا ہے جیسا کہ متنازعہ الفاظ کے بارے میں خطا کے ساتھ معصیت کی قید ملحوظ ہونے اور خطائے معصیت معنی اور مدلول ہونے پر اصرار کیا جا رہا ہے؟

ان محققین کی الٹی منطق ہے کہ بقلم خود یہ بھی لکھا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے لفظ خطا مطلق بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس پر بھی بضد ہیں کہ اس سے مراد وہ خطا ہے جو اجتہادی نہ ہو اور وہ گناہ ہوتی ہے۔

کیا اجتہادی خطا اور خطائے معصیت خطا (مطلق خطا) کی اصناف اور باہمی تقسیم اور مقابل نہیں ہیں؟

کیا مطلق خطا دونوں کو عام اور شامل نہیں ہے؟

کیا دونوں علی سبیل البدل لفظ خطا کے مدلول نہیں ہیں؟

جب بقول ان محققین کے لفظ خطا مطلق بولا گیا ہے اور یہ بھی اصل اور ضابطہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے یعنی اس سے مراد واحد غیر معین ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناقص نہیں بلکہ کامل، اور لفظ خطا کے مشترک ہونے کا اقرار بھی بقلم خود کر چکے ہیں اس سب کچھ کے باوجود نہ مشترک کے حکم کی پروا کر رہے ہیں اور نہ ہی مطلق کے حکم کی۔ صرف اصطلاحات لکھ کر دھوکا دہی سے سینہ زوری کر رہے ہیں کہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس خطا کی نسبت کی ہے جو گناہ اور معصیت ہوتی ہے۔

لا حول ولا قوة الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلك۔

سوال یہ ہے کہ سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطالبہ فدک کے بارے میں کہنا: خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں۔

اور اس سے اجتہادی خطا پر ہونے کا ارادہ کرنا، کیا شرعاً ممنوع ہے یا عقلاً باطل ہے یا لغتاً درست نہیں ہے یا عرفاً ممنوع اور ناجائز ہے؟ اور پھر یہ عرف اہل علم کا ہے یا جہلاء کا یا عرف عام ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے علماء و جہلاء سب شریک ہیں؟

جب نہ شرعاً ممنوع ہے اور نہ ہی عقلاً باطل ہے اور نہ ہی لغتاً نادرست ہے اور نہ اہل علم کا کوئی ایسا عرف ہے جس کی وجہ سے خطا سے اجتہادی خطا کا ارادہ ممنوع ہو بلکہ علماء اعلام کے کلام میں تو خطا کے لفظ سے اجتہادی خطا مراد ہونا، ثابت ہے۔ تو مذکورہ الفاظ بولنے کی وجہ سے ایک جید عالم دین پر سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین اور گستاخی کرنے کا بہتان لگانا اور کفر کے فتوے صادر کرنا، شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور بالفرض اگر جہلاء اس سے اجتہادی خطا نہیں سمجھتے تو کیا ان کی جہالت کی وجہ سے علماء کرام پر گستاخی اور کفر کے فتوے جائز ہو جائیں گے؟ نعوذ باللہ من ذلك۔

ضروری تنبیہ:

یہ امر بھی ملحوظ رہے جو اصول و ضوابط اور احکام ائمہ اعلام نے احکام سے متعلقہ قرآن و حدیث کی نصوص کے بارے میں بیان کیے ہیں جن کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کی عظمت وراء الوراء ہے ان محققین نے وہ ایک عالم دین کے اردو جملے پر لاگو کیے ہیں اور گستاخی ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ حالانکہ فصاحت و بلاغت اور جامعیت کے اعتبار سے اس جملے کو قرآن و حدیث کی نصوص سے کیا نسبت ہے؟

کیا ایک عالم دین کے اردو کلام میں فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا وہی معیار ہے جو قرآن و حدیث کی نصوص و واردہ در احکام کا ہے؟ کیا ان محققین سے اگر کوئی صاحب کہے: 'رَأَيْتُ اِنْسَانًا'، کہ میں نے ایک (غیر معین) انسان دیکھا ہے۔ اس میں انسان

مطلق بولا ہے تو کیا ان معترضین کے نزدیک اس کا یہی مطلب ہے کہ دیکھنے والے نے انسان کے فرد کامل کے دیکھنے کی خبر دی ہے؟

کیا اگر کوئی شخص ایک نابینا انسان کو دیکھے یا ہاتھ اور پاؤں سے معذور کو دیکھے تو ”رَأَيْتُ إِنْسَانًا“، کہنا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے؟ بالیقین درست ہے جبکہ باب کفارہ میں ”تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ“، میں نابینا یا ہاتھ اور پاؤں سے معذور کو آزاد کرنا کافی نہیں ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا نہ عربی محاورات اور مکالمات میں یہ باریکیاں ملحوظ ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے تراجم اور اردو محاورات اور جملوں میں، تو پھر اس عالم دین کے الفاظ کے بارے میں اس طرح رنگ بھرنے کا کیا جواز ہے؟

کہ: ”پس انہوں نے یہ جملے بول کر۔۔۔ خطا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑا جسے سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت نہ کر دیا ہو، العیاذ باللہ۔

نیز معترضین کا یہ کہنا: ”کہ مطلق خطا گناہ ہوتی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے،“ سراسر تضاد بیانی ہے۔ اس لیے کہ مطلق کے اپنے اطلاق پر جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مدلول اور معنی ہمیشہ مطلق ہی ہوتا ہے یعنی واحد غیر معین ہی مراد ہوتا ہے مقید نہیں ہوتا جبکہ یہ محققین مطلق خطا کا معنی خطا غیر معین بتانے کی بجائے خطائے معصیت یعنی مقید خطا قرار دے رہے ہیں۔

ان محققین کی تحقیق کو اگر درست تسلیم کیا جائے کہ مطلق خطا گناہ ہوتی ہے کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے، تو یہ اجتہادی خطا کی نسبت خطائے معصیت کو فرد کامل قرار دے رہے ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں مطلق خطا گناہ

ہوتی ہے۔

تو جواباً گزارش ہے کہ اگر فرد کامل کا یہی مطلب ہے جو معترضین نے سمجھا ہے پھر تو خطا کا فرد کامل مطلق گناہ نہیں بلکہ سب سے بڑا گناہ مراد ہونا چاہیے اور وہ ہے کفر۔ لہذا ان کو یہ تحقیق پیش کرنی چاہیے کہ مطلق خطا کفر ہوتی ہے بجمیع انواعہ کیونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور اس سے فرد کامل مراد ہوتا ہے اور خطا کا فرد کامل سب سے بڑا گناہ ہے جو کفر ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ان محققین کے اس تحکم اور سیدہ زوری کے باوجود بحمد اللہ تعالیٰ اس عالم دین کے کلام سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اجتہادی خطا ثابت کی ہے جس سے بے ادبی اور گستاخی کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

واللہ الحمد فی الأولى والآخرۃ۔

معترضین محققین کی تضاد بیانی کا ایک منظر:

چنانچہ رقمطراز ہیں:

نیز یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ بُرے معنی والے یہ الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے بناءً علیہ شرعاً اس پر 295C وغیرہ جیسی دفعات نہیں لگتیں۔

جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے:

”دفاع معصومیت کانفرنس“، نامی اپنے ایک کلپ میں انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ:

”میں پھر کہتا ہوں میں نے جو بولا تھا سبقت لسانی کی وجہ سے نہیں عظمت ایمانی کی وجہ سے بولا تھا،“۔

نیز ”عقیدہ معصومیت کا نفی“ نامی کلمہ میں کہا:

یہ سبقت لسانی سے نہیں، مسئلہ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے تو کیسے

بدلوں؟

ملاحظہ کر لیں کیسا معیار تحقیق ہے؟ ایک ہی محقق نے بقلم خود اپنی ایک ہی تحریر میں یہ تحقیق پیش فرمائی ہے۔

گزارش ہے کہ اگر معترضین کے نزدیک اس فاضل کے الفاظ برے معنی والے ہیں تو پھر ان پر شرعی حکم صادر کرنے کے لیے یہ کہنا کہ:

یہ الفاظ انہوں نے دانستہ نہیں بولے، تا آخر

جبکہ بقلم خود یہ بھی اپنی اسی تحریر میں لکھ چکے ہیں کہ:

انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ:

”میں پھر کہتا ہوں میں نے جو بولا تھا سبقت لسانی کی وجہ سے نہیں عظمت ایمانی کی وجہ سے بولا تھا، یہ سبقت لسانی سے نہیں، مسئلہ ایمانی سے نکلا ہے اور فکر قرآنی سے نکلا ہے تو کیسے بدلوں؟“۔

ان محققین سے اللہ تعالیٰ ہی پوچھے گا، کیا شرعی حکم صادر کرنے اور فتویٰ دینے کے لیے تحقیق کا معیار یہی ہونا چاہیے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ذلک۔

کیا اس معیار تحقیق کے ذریعے صادر کیا جانے والا حکم شرعی حکم قرار دیا جائے گا؟ اگر ان محققین کے نزدیک یہ واقعی شرعی حکم ہے تو اس پر انا للہ و انا الیہ راجعون ہی پڑھنا چاہیے۔ کیا معیار ہے فتویٰ صادر کرنے کا؟ اللہم اھدنا الصراط المستقیم۔

نیز ان محققین سے گزارش ہے کہ یہ رحم نہ کریں جیسے سینہ زوری سے ان الفاظ کا بولنا کفر قرار دیا ہے ویسے ہی 295C وغیرہ دفعات بھی دوسرے معترضین کی پسند کے مطابق لاگو ہونے کا حکم صادر کریں۔ جب پہلا حکم شرعی اصول کے خلاف محض دھاندلی کے زور پر ہے تو دوسرے حکم کے لیے دھاندلی میں کمزوری کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی جا رہی ہے؟ یا پھر اعلان حق کے لیے جرأت کا مظاہرہ کریں اور دو ٹوک الفاظ میں سب کو بتائیں کہ فدک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہادی خطا کا وقوع ہونا اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ حکم شرعی قطعی (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی میراث نہ ہونے) پر ایمان ہونے کے لیے لازم اور ضروری ہے اور یہی اس فاضل محترم کی مراد ہے۔

اور اگر انصاف کا دامن نہ چھوڑا جائے اور اہل ایمان بالخصوص صاحب تقویٰ علمائے کرام کے بارے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق اچھا گمان رکھا جائے تو اس فاضل محترم کے الفاظ سے غلطی اور خطا کا مصداق اور مراد واضح ہے، اس لیے کہ کون سنی عالم دین ایسا ہو سکتا ہے جو اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف یہ کہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر یہ آیت مبارکہ: یُؤْصِيْكُمْ اللّٰهُ فِيْ اَوَّلَادِكُمْ الْاٰیۃ، بطور دلیل پیش کی تھی تو آپ نے گناہ اور جرم کیا، نعوذ باللہ من ذلک۔

جب ایک عام صحیح العقیدہ مسلمان بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تو ایک جید سنی عالم دین کیسے کہہ سکتا ہے؟ کیا کسی مجتہد کا نیک نیتی اور اخلاص سے کسی شرعی مسئلہ میں اپنے موقف پر قرآنی آیت دلیل پیش کرنا، دینی شعور رکھنے والے کسی بھی مخلص مسلمان کے نزدیک گناہ اور جرم ہو سکتا ہے؟ جب نہیں اور ہر گز نہیں تو پھر ایک جید سنی عالم دین کے بارے میں ایسی

بدگمانی کرنے کا شرعاً کیا جواز ہے؟ کیا یہ شریعت مطہرہ کی اتباع ہو رہی ہے کہ پہلے ایک سنی فاضل راسخ فی العلم والعقیدہ کے بارے میں بدگمانی کرو پھر اپنی مرضی سے اس کے کلام کا مطلب گھڑو پھر اس پر اپنی پسند کے فتوے لگاؤ؟

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

کیا یہ اصول شرع اور اصول افتاء کی پابندی ہو رہی ہے؟ اگر کسی شرعی مسئلہ کی بابت کسی عظیم صاحب علم کے بارے میں کہا جائے کہ وہ اس مسئلہ میں خطا پر تھے یا اس عالم دین نے اگر فلاں آیت اس مسئلہ پر دلیل پیش کی تھی تو اُن سے غلطی ہو گئی، تو کیا اس کا یہ ترجمہ کیا جائے گا کہ اس عظیم صاحب علم نے گناہ اور جرم کیا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اس عالم دین کا موقف صواب اور درست نہیں تھا۔ اگر انہوں نے یہ دلیل پیش کی تھی تو انہیں غلط نہی ہو گئی، انہیں غلطی لگ گئی۔ اب اگر یہی بات ایک فاضل نے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مسئلہ میراث نبوی کے حوالہ سے کہی ہے تو کیا خطا بمعنی ضد صواب اور نادرست اور غلطی بمعنی غلط نہی تسلیم کرنے اور اس سے اجتہادی خطا مراد لینے کی بجائے خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور جرم ہونا واجب ہو گیا اور اسے نہایت سنگین فتوے کی بنیادی وجہ قرار دینا درست ہو گیا؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیسا انصاف ہے؟

شبہ:

علمائے اہل سنت کو رافضی یا نیم رافضی کہا ہے۔

جواباً گزارش ہے کہ معترضین حضرات کی یہ سراسر زیادتی ہے، اس لیے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور انہیں بخوبی معلوم بھی ہے ورنہ ان محققین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا فتویٰ بقلم

خود نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خطا اجتہادی تھی جس کی وجہ سے اُن پر طعن سخت حرام، اُن کی طرف کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بیشک رفض ہے اور خروج از دائرہ اہل سنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و توہین کہے انہیں بُرا جانے، فاسق مانے، اُن میں سے کسی سے بغض رکھے، مطلقاً رافضی ہے۔

ملاحظہ ہو! (فتاویٰ رضویہ جلد 29 صفحہ 260 طبع مذکور) بلفظ۔

جبکہ ان محققین کو اس حقیقت کا بھی بخوبی علم ہے کہ اس مسئلہ میں محترم ڈاکٹر صاحب کے خلاف علانیہ ردائے رافض کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو سنیت کے لبادہ میں ہونے کے باوجود بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بغض کے مرض میں مبتلا ہیں اور ان پر طعن بلکہ صریح گستاخیاں کرنے میں بھی بہت آگے نکل چکے ہیں اُن کی طرف سے ایسی کتابیں بھی لکھی اور لکھوائی جا چکی ہیں جن میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ایسی غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے کہ الامان والحفیظ۔ تو کیا ایسے لوگ ان محققین کے نزدیک سنی ہیں؟ ان محققین سے گزارش ہے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ فرمائیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں دو ٹوک الفاظ میں شرعی حکم تحریری و تقریری صورت میں بیان کریں۔

اب اگر ایسے افراد کے بارے میں ان محققین کا بھی شرعی فیصلہ وہی ہے جو اس فاضل محترم نے کہا ہے تو پھر ان پر اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟ اور اگر ان محققین کے نزدیک ایسے لوگ واقعی سنی ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کا مطلب بتائیں جو بقلم خود نقل کر چکے ہیں؟ کسی حوالے سے تو انصاف کی راہ کی طرف آئیں۔

ہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سارے مخلص سنی مولوی صاحبان اور پیر

صاحبان بھی غلط فہمی کی وجہ سے اس سازش کا شکار ہوئے ہیں، ان کے بارے میں رافضی یا نیم رافضی کہنا تو درکنار بدگمانی بھی نہیں ہے۔ البتہ افسوس ضرور ہے کہ یہ حضرات بھی مسئلہ کی اصل نوعیت پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کر رہے۔ اس لیے یہ محققین حضرات خواہ مخواہ تمام علمائے اہل سنت پر یہ حکم لاگو نہ کریں جو ایسے ہیں انہیں ہی کہا گیا ہے۔

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

عقیدہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل، اُن کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

عقیدہ: کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ و حضرت ابوموسیٰ اشعری حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا۔

ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ اول ص 38-39)

شبہ: انہیں اس امر کا اعتراف ہے کہ انہوں نے اپنے متنازعہ بیان میں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطلق خطا کی نسبت کی تھی۔

جواباً گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف اور سچی بات کو پسند فرماتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے بیان میں لفظ خطا کے ساتھ اجتہادی کی قید لفظوں میں صریحاً اگرچہ ذکر نہیں کی لیکن سیاق و سباق اور دوسرے دلائل سے اجتہادی خطا ہی مراد ہونا خوب ظاہر ہے۔ تو لفظ خطا کے ساتھ اجتہادی کی قید صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہونے کی وجہ سے معترضین نے سینہ زوری سے اسے مطلق خطا کی نسبت کرنا قرار دے دیا پھر اس کا اعتراف کرنے کا مفروضہ قائم کر کے ان کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا یہ محققین ان کی ایسی تقریر یا تحریر پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے اپنے بیان میں مطلق خطا کی نسبت کی تھی (جو میری غلطی ہے) میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور اب اجتہادی خطا کی نسبت کرتا ہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے لفظ خطا مطلق بولنے کی بات کی ہے جسے ان محققین نے مطلق خطا کی نسبت کرنے کا اعتراف قرار دے دیا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا جب بھی لفظ خطا عبارت میں بظاہر مطلق بولا جائے تو اس سے مطلق خطا مراد ہوتی ہے اگرچہ سیاق و سباق سے اس کا معنی و مدلول خطا معین (اجتہادی خطا) ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو؟ نیز انہوں نے اپنی مراد کی وضاحت بھی بارہا مرتبہ کر دی ہے جسے یہ محققین بقلم خود بھی نقل کر چکے ہیں اس کے باوجود مطلق خطا کی نسبت کرنے کے دعویٰ سے ترقی کر کے اس کا اعتراف کرنے کا بہتان بھی باندھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق دے

شبہ: ان کے متنازعہ الفاظ میں خطا سے غلطی مراد لینا ناقابل معافی جرم ہے جبکہ کہ انہوں نے اپنے ایک کلمہ میں سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صراحت کے ساتھ غلطی کی نسبت بھی کی ہے۔

جواب: خطا اور غلطی بمعنی گناہ اور معصیت اور سیدہ کی واقعی اس جگہ کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی یہ فاضل محترم کی مراد ہے جیسا کہ ان کے وضاحتی بیانات بھی موجود ہیں۔ اور اس سے اجتہادی خطا اور غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی مراد ہونے کی صورت میں کوئی گستاخی لازم نہیں آتی اور یہی ان کی مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم معترضین اپنی ہی طرف سے ایسے معافی مراد لینے پر کیوں بضد ہیں جن سے گستاخی لازم آتی ہے؟

شبہ: اس سلسلہ کی ایک بڑی دلیل اور وجہ خود جلالی صاحب کا اپنا اقرار و تسلیم بھی ہے کہ ”خطا پر تھیں“ میں لفظ خطا کو غلطی کے معنی میں لینا جرم ہے جبکہ خود انہوں نے حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف غلطی کی نسبت کی ہے جو ان کی سخت توہین ہے۔

جواب: انہوں نے اپنے کلام میں لفظ خطا، غلطی بمعنی گناہ اور سیدہ کے مترادف ہونے سے اپنی براءت کا اظہار و اعلان کیا ہے جیسا کہ ان محققین کے نقل کردہ وضاحتی بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہے اور لفظ غلطی کے متعدد معانی ہیں جیسا کہ معترضین نے بھی کتب لغات سے نقل کیے ہیں تو انہوں نے اپنے ایک کلمہ میں غلطی کا جو لفظ بولا ہے اس سے گناہ اور سیدہ ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ غلطی بمعنی غلط فہمی اور نادرستی اور اجتہادی خطا مراد ہے لہذا اسے اقرار جرم اور تسلیم جرم قرار دینا معترضین کی سراسر نا انصافی اور دھوکا دہی ہے اور خلط بحث ہے اور اسے ایک بڑی دلیل قرار دینا غلطی کے بعد بڑی غلطی ہے اللہم اھدنا الصراط المستقیم

شبہ: جارحانہ اور بے باکانہ انداز جس کا خود ان کو بھی اقرار ہے۔

جواب: أقول: انا لله و انا اليه راجعون۔ معترضین کی یہ سراسر زیادتی ہے کہ محض نفرت پھیلانے کے لیے خلاف واقع چیزیں بھی اس سنی فاضل کے

کھاتے میں ڈالے جا رہے ہیں اور صریحاً بہتان باندھ رہے ہیں۔ کون سی عالم دین یہ جرأت کر سکتا ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بات کرتے ہوئے بے باکانہ اور جارحانہ انداز اختیار کرے؟ کیا اس کی روشن عقیدگی اس کو گوارا کر سکتی ہے؟

جب یہ گفتگو خطاب کے دوران ہوئی ہے تو جیسا خطاب میں گفتگو کا انداز چل رہا تھا ویسا ہی رہا، اس کو جارحانہ اور بے باکانہ انداز قرار دینا اور پھر اس کا اقرار بھی ان کے کھاتے میں ڈالنا بڑی دلیری ہے۔ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سچ کو پسند فرماتا ہے اس لیے سچ کے سوا کچھ نہ کہیں۔

بالخصوص دوسرے جملے میں ”معصوم نہیں تھیں“ کے بعد ”غلطی ہو گئی“ نہایت ہی دھیمے لہجے میں کہا ہے۔ ذرا خطاب سن کر تصدیق کریں۔ ہم نے تصدیق کے لیے متنازعہ الفاظ بمعنی سیاق و سباق سنے ہیں جس کے بعد اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ معترضین کا مقصود اظہار حق نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کس لیے افتراء اور بہتان باندھ کر اپنی تسکین کا سامان کر رہے ہیں۔

ان خطابات کا پس منظر بخوبی معلوم ہونے کے باوجود یہ کہہ رہے ہیں کہ:

اس مسئلہ کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

گزارش ہے کہ یہ تو ان حضرات کی بادشاہی ہے ورنہ ان حالات میں اس مسئلہ کا بیان کرنا تو از روئے شرع لازم اور ضروری تھا البتہ جن لوگوں کو علماء حق کے فرائض جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ یہی کہیں گے کہ اس مسئلہ کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

کیا عقائد اہل سنت کا تحفظ اور عامۃ المسلمین کو گمراہی سے بچانا بھی ضروری نہیں

ہے؟ کیا روافض کے لیے کھلی چھٹی ہے کہ جیسے چاہیں گمراہ کرتے رہیں؟

نتیجہ کلام یہ ہے کہ ان تحقیقات میں شرعی حکم ہرگز بیان نہیں کیا گیا البتہ شرعی حکم کے نام پر شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ضرور باندھا گیا ہے۔ اگر یہ محققین اپنے مصیب ہونے پر بضد ہیں تو ہمدردانہ گزارش ہے کہ اپنے آپ کو عقل کل نہ سمجھیں، اکابر علمائے اہل سنت سے فیصلہ کروالیں تاکہ قبول حق ان حضرات کے لیے آسان ہو جائے۔

راقم الحروف نے خیر خواہی کے ارادے سے ان تحقیقات کا شرعی جائزہ پیش کیا ہے ایسے ہی ”محفوظیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،“ بھی اسی نیت سے لکھی ہے۔ ان دونوں کو پڑھنے کے بعد بفضلہ تعالیٰ کوئی انصاف پسند شخص حق قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ معترضین حضرات کو بھی اپنی غلطی سے رجوع اور قبول حق کی توفیق بخشے آمین یا رب العالمین، واللہ تعالیٰ ورسولہ أعلم

والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلیہم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

حررہ العبد الفقیر نذیر احمد السیالوی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

12 رجب المرجب 1443ھ الموافق 14-02-2022

جامعہ محمدیہ معینیہ، فیصل آباد۔ پاکستان